حبط اعمال

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝﴾ [محمد : ۳۳،۳۴]

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔ کفر کرنے والوں، راہِ خدا سے روکنے والوں اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہنے والوں کو تو اللہ ہرگز معاف نہ کرے گا۔‘‘

پہلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جو بھی اطاعت سے روگردانی کرے گا اس کے تمام اعمال ضائع اور رائیگاں ہو جائیں گے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ آیت میں اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو یکساں انداز میں ذکر کیا گیا ہے، یعنی جو بھی اللہ کی اطاعت یا اس کے رسول کی اطاعت کا قولاً وفعلاً منکر ہو گا اس کے اعمال یقیناً ضائع ہو جائیں گے گویا یہ دونوں اطاعتیں لازم وملزوم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تکمیل کے لیے دوسری اطاعت ضروری ہے۔

دوسری آیت میں ان لوگوں کا بیان ہوا ہے جو کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں، یعنی دینی معاملات کی انجام دہی میں وہ رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور اسی کفر کی حالت میں ان کی موت واقع ہو گئی تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں دردناک عذاب جھیلتے رہیں گے۔

سنت کی آئینی حیثیت

قرآنِ کریم نے جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو شامل کر کے ان تمام مفروضوں کو باطل قرار دیا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے تشریعی ہونے پر کسی شبہے کا اظہار کیا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ [النساء: ٥٩]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

یہاں قرآنِ کریم نے اہل ایمان کا سنت اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کن ہونے کے حوالے سے رویہ واضح کرتے ہوئے اس بات کو اللہ اور آخرت پر ایمان سے مشروط کر دیا ہے، یعنی اگر کوئی اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے تو وہ اپنے تمام معاملات میں آخری فیصلہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کا مانے گا حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو اصحابِ علم ہوں اور صاحب مسند قضی ہوں۔ اگر ان سے اختلاف ہو تو حاکم، قاضی اور عالم کی بات کو قرآن وسنت پر جانچا جائے گا اور یہ دو غیر متغیر اُصول ومصادر جو فیصلہ کریں وہ عالم اور قاضی یا حاکم کو بھی ماننا ہوگا۔ حاکم اور امیر کی اطاعت صرف اس وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ اور رسول ﷺ دونوں کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے کسی بات کو کرنے کا فیصلہ کرے۔

رسولِ کریم ﷺ کی سنت کے تشریعی ہونے کے حوالے سے قرآنِ کریم نے بڑی وضاحت سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چوں کہ رسول ﷺ کی نگرانی ہمہ وقت کی جاتی ہے اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہ کہتا ہے، نہ کرتا ہے، اس لیے اب تک تو یہ کہا گیا تھا کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی۔ اب انداز بدلتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا﴾ [النساء: ٨٠]

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی اور جو منھ موڑ گیا تو بہر حال ہم نے تمھیں ان لوگوں پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔''



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

22 شعبان المعظم 1433ھ جمعۃ المبارک 13 تا 19 جولائی 2012ء

شمارہ 28 جلد 64

جواہر پارے	حبط اعمال		
کلمہ طیبہ	سنت کی آئینی حیثیت		
اداریہ	......حوصلے بڑھائے ہیں	(حافظ احمد شاکر)	2
درس قرآن	تفسیر سورۂ یٰس......(۳۱)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	4
درس حدیث	توفیق الباری	(حافظ محمد اشرف سعید)	6
آثار حنیف بھوجیانی	جرعات......(۱۹)	(مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)	8
تحقیق وتدقیق	ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں......(۱)	(حافظ صلاح الدین یوسف)	12
تحقیق وتنقید	حدیث سے علم باطن کے اثبات کی حقیقت	(ریاض احمد اثری)	16
نقطۂ نظر	خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے	(مولانا صلاح الدین مقبول احمد)	21
تذکار سلف	قیمتی لمحات	(مولانا ابوبکر صدیق السلفی)	25
سیرت وسوانح	شیخ الحدیث حافظ محمد عبد اللہ بھٹوی	(قاری محمد طیب بھٹوی)	27
فہرست کتب	فہرست اردو کتب محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری		29
شعر وادب	اصحاب النبی ﷺ	(ام عبد منیب)	

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

..........حوصلے بڑھائے ہیں

حافظ احمد شاکر

فضیلتوں، رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ آیا ہی چاہتا ہے۔گزشتہ سال کتنے احباب اس ماہِ مبارک سے فیض یاب ہوئے جو آج اپنا اجر لینے کے لیے اس کی جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں اور اب بھی نہ جانے کتنے پڑھنے اور لکھنے والے اس سے مستفید ہوتے ہیں اور کتنے حسن نیت کا اجر پانے کے لیے کوچ کر جائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت کی زندگی مسنون اعمال کے ساتھ گزارنے کی توفیق دے اور ہم میں سے اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کسی انسان کا کبھی محتاج نہ کرے، آمین الٰہ الحق آمین۔اس کی رحمت بڑی وسیع ہے وہ بہت رحیم ورحمان ہے۔اس کی رحمت کی آبشار ہمیشہ جاری رہتی ہے وہ ہمیں کسی آزمائش میں ڈال کر گناہ بخشنے کی بجائے ہمیں ایسے ہی بخش دے اور اپنی رحمت سے ہمارے اعمال قبول فرما کر ہمیں چلتا پھرتا ہی ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھالے۔ جے میں ویکھاں عملاں ولے کجھ نئیں میرے پلے   جے میں ویکھاں رحمت ولے بلّے بلّے بلّے

ربنا وآتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیامة o انت ولینا فی الدنیا والآخرة ۔ توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین .

دارالدعوۃ کی مساعی کے ضمن میں عرض ہے کہ ادارے کی مسجد ''مسجد محمدی اہل حدیث'' میں ادارے کے ایک محبّ و مخلص اور قدیم بزرگ نے مسجد کی چھت تک خوبصورت ٹائیلیں لگوا دی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور مرحومین کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بنائے۔

واضح رہے کہ دارالدعوۃ السّلفیہ کی محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری میں علماء اور طلباء وطالبات کی باقاعدہ خدمت کے علاوہ ادارے کی مطبوعہ کتاب تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ کی تخریج......یعنی شارح علیہ الرحمہ نے مشکاۃ شریف میں آمدہ احادیث کی دیگر کتب احادیث میں موجودگی کا جو ذکر کیا ہے ان کا اصل مآخذ سے حوالہ تلاش کرنا......کا جاں گسل کام ایک عرصہ سے اب تک جاری ہے۔نیز ہفت روزہ الاعتصام کے ۶۳ سال کا اشاریہ بھی زیر ترتیب ہے جس کا کام بہت حد تک ہو چکا ہے۔

یہ گزارشات کرنے کا مقصد احباب کے علم میں یہ بات لانا ہے کہ ادارے کو آپ کی محبتیں دستیاب رہیں جو ان شاء اللہ یقیناً رہیں گی تو ان شاء اللہ آپ ایسے صدقات جاریہ میں شریک ہو رہے ہیں جو ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے اور ان کے فیض سے ایک عالم مستفید ہوگا۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم .

ماضی کی نامشرف حکومت تو جا چکی ہے لیکن اس کی پالیسیاں کم وبیش جوں کی توں چل رہی ہیں۔آقا کے حضور وہی خوئے خود سپردگی......انتخابات کی آمد کے باعث اونٹ سے چھلنی اتارنے کی کوششیں بھی شروع ہو چکی ہیں......اسی طرح بلا چون وچراں بھی اور بہ لطائف الحیل بھی آقا کی تعمیل ارشاد، لاپتہ افراد کی وہی گمشدگی بلکہ اس تعداد میں اضافہ۔پٹرول، ڈیزل، گیس کی وہی ہوش ربا مہنگائی، بڑے شہروں کے نواح کی زمینوں میں رہائشی کالونیوں کی بہتات جس کی وجہ سے اناج، سبزیاں، پھل اور چارے کی نایابی ومہنگائی، شہروں کی آبادیاں بے تحاشا بڑھنے سے زیر زمین پانی کے ذخائر میں کمی، ٹی وی کے مختلف چینلز اور کیبل کے ذریعے فحاشی کا فروغ، موبائل فون کا فائدہ بہت کم اور نقصان! الامان والحفیظ

ملٹی نیشنل فوڈ کمپنیوں کی لوٹ مار، فاسٹ فوڈ...... برگر، پیزہ، چرغہ، بیکری......کو معاشرے میں رواج دینے کی عالمی پالیسی کا تسلسل برقرار، تا کہ پاکستانی عوام مغربی معاشرہ سے متعارف ہو کر اس کی پہلی قسط اپنائیں۔ باقی پھر جاء البرد الجبات سردیاں گرم کپڑے ساتھ لاتی ہیں، عالمی آوارگی کی اس پالیسی نے پاکستان کے سادہ لوح عوام کی گھریلو اور معاشرتی زندگی کو اتھل پتھل کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا گزارشات کوئی انکشافات نہیں بلکہ توجہ کی جائے تو ع ''ہوتا ہے یہ تماشا شب و روز میرے آگے'' والا معاملہ ہے۔ یہ باتیں دہرانے اور ذکر کرنے کی غرض اور مقصد یہ نشان دہی کرنا ہے کہ ہم میں سے ہر فرد اور خاندان کسی نہ کسی درجہ میں ان سے متاثر ہو چکا ہے۔ اور اس کو اس کا احساس تک نہیں بلکہ یہ سب شوقیہ چونچلے دھیرے دھیرے ہم ضرورت بنا رہے ہیں۔ پھر اس پر انسان کی بنیادی ضروریات، اناج، سبزی، ادویات، لباس وغیرہ کی روز افزوں مہنگائی! آٹا، گھی، چاول اور چینی ہی دیکھ لیں بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچی ہے؟ اس پر زیادہ مراقبے یا کسی استخارے کی ضرورت نہیں ہمارا صرف اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور ان کے احکامات سے اعراض، یعنی ان سے غفلت دیکھ لیں تو مَعِيشَةً ضَنكًا کی وجہ سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ فتنے اور آزمائشیں صرف ارتکاب کرنے والوں ہی کے لیے نہیں ان نواہی معاملات پر خاموش رہنے والے بھی اس میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ ہماری اکثریت اس میں مبتلا ہے۔ من حیث القوم اجتماعی توبہ وانابت ہی اس کا علاج ہے جس سے غفلت میں اہل دین بھی برابر نہ سہی لیکن بہت حد تک ذمہ دار ہیں۔

غفلتوں، کوتاہیوں اور بے اعمالیوں کی اس بادِ سموم میں بتوفیقہ تعالیٰ الاعتصام کے بے لوث کارکنان رشد و ہدایت کی اس جلتی بجھتی شمع کو محبین وقارئین الاعتصام کے دیئے ہوئے تیل سے بادصرصر کے تھپیڑوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ گزشتہ سطور میں جن حالات کا رونا ہم رو چکے ہیں ان سے جس طرح آپ دوچار ہیں کارکنان الاعتصام بھی اسی طرح دوچار ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ کی بشارتوں اور یقین دہانیوں پر جس طرح ہمارے محبین الاعتصام سے ہمیشہ تعاون کرتے ہیں اسی طرح کارکنان الاعتصام بھی اجر آخرت پر یقین رکھتے ہوئے قوت لایموت سے مصروف عمل ہیں۔

روشن خیال دورِ حکومت کا تحفہ تو دہشت گردی تھا لیکن حالیہ عوامی اور جمہوری حکومت نے لوڈ شیڈنگ سے ان جمہور کی چیخیں نکال دی ہیں جن کے ووٹوں سے وہ ایوان ہائے اقتدار تک پہنچے اور ان میں براجمان ہیں۔ اس لوڈ شیڈنگ نے صنعت اور اس کے نتیجے میں معیشت وتجارت کا جو کچومر نکال دیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور ہر طبقہ بلکہ ہر فرد اس سے متاثر ہے۔ مہنگائی، اشیائے ضرورت کی کمیابی اور روزگاری کی نایابی جس کا لازمی نتیجہ ہیں۔

سال رواں میں اگرچہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے رفقائے کار کے اعزازیوں میں مجلس عاملہ دوبار اضافہ کر چکی ہے جس سے دارالدعوۃ کے اخراجات میں خاصا اضافہ ہو چکا ہے تاہم مہنگائی کے عفریت کے باعث ہم اب بھی رفقائے کار کے ایثار وقربانی کے معترف ہیں۔ جزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين.

کاغذ، طباعت وغیرہ کی قیمتوں میں اضافہ تو ہے ہی لوڈ شیڈنگ کے عذاب نے کارکردگی کو جس طرح متاثر کیا ہوا ہے اور ہماری دوڑیں لگوائی ہوئی ہیں وہ ناقابل بیان ہے کہ بتوفیقہ تعالیٰ ہر صورت، ہر ہفتہ الاعتصام نے قارئین کو ضیافت علم کا ہدیہ پیش کرنا ہوتا ہے۔

ہم بارگاہِ ربّ العالمین میں جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ ہم نے الاعتصام کے لیے احباب سے جب بھی کہا، انہوں نے کبھی مایوس نہیں کیا، جب ان کے درِ دل پہ دستک دی انہوں نے اپنا دل وا کر دیا۔ قارئین کی اس محبت، اس اعتماد اور مان نے ہمیں یہ حوصلہ دیا کہ ہم آج پھر یہ کہنے کی جرأت کر رہے ہیں کہ ''آپ کے'' کرم نے ہمارے حوصلے بڑھائے ہیں

درس قرآن

قسط نمبر ۳۱

تفسیر سورۂ یٰسٓ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ٥ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ٥﴾ [یٰس: ۳۵، ۳۶]

''تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اُگاتی ہے اور خود اُن سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔''

یہ باغات اس لیے ہیں کہ وہ ان کا پھل کھائیں۔ بعض نے کہا ہے: ﴿ثمرہ﴾ میں ضمیر چشموں کی طرف ہے۔ (فتح القدیر) چشموں کا پانی ہی دریاؤں اور نہروں کے ذریعے باغات تک پہنچتا ہے۔ اور گندم، جو، چنے کی فصل تو بسا اوقات برسات سے سیرابی پر تیار ہو جاتی ہے۔

علامہ زمخشری وغیرہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿من ثمرہ﴾ سے مراد ''من ثمر اللہ'' ہے کیوں کہ پانی کے جاری ہونے اور پودوں کی پرورش کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ لٹائے یا پھل لگے بھی مگر وہ اس کی تکمیل سے پہلے اسے برباد کر دے تو کون ہے جو پھل دے سکتا ہے! اس لیے یہ پھل اللہ ہی کی عطا ہیں۔

مگر علامہ رازی فرماتے ہیں کہ اگر ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف ہوتا تو جیسے پہلے ﴿جعلنا﴾، ﴿فجرنا﴾ فرمایا ہے کہ ہم نے اس میں باغات پیدا کیے، ہم نے چشمے جاری کیے اسی طرح ''من ثمرنا'' کہا جاتا، یعنی ہم نے پھل لگائے۔

فرماتے ہیں: اقرب بات یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع ﴿فجرنا﴾ کی طرف ہے کیوں کہ یہ نخیل سے اقرب ہے۔ اور ﴿ثمرہ﴾ سے مراد فوائد اور نتائج ہیں جیسے تجارت کا ثمرہ نفع ہے اور عبادت کا ثمرہ ثواب اور جنت ہے۔ معنی یوں ہوں گے: ''چشمے جاری کیے تاکہ ان چشموں کے فوائد و نتائج کو کھاؤ۔'' چشموں کے فوائد صرف پھل نہیں ان سے کہیں زیادہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ٥ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ٥ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ٥ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ٥ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ٥ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ٥ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ٥ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ٥﴾ [عبس: ۲۵-۳۲]

''بے شک ہم نے خوب پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو کیا عجیب طریقے سے پھاڑا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اُگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے باغات۔ اور پھل اور چارا۔ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔''

یہ سب انھی چشموں کے پانی کے ثمرات ہیں۔

بلاشبہ ''ثمر'' کا لفظ مجازاً ہر چیز کے نفع پر اور پیداوار پر بھی بولا جاتا ہے۔ سورۃ الکہف میں دو آدمیوں کی مثال میں ذکر ہوا ہے کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے۔ دونوں کو کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور دونوں کے درمیان کچھ کھیتی تھی۔ دونوں کے درمیان نہر جاری کر دی۔ یہ کہہ کر فرمایا:

﴿وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ﴾ [الکہف: ۳۴]

''(یوں) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی۔''

یہاں ثمر کا یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا ہے۔ (مفردات)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وادیِ مکہ میں اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام اور سیّدہ ہاجرہ کو لا بسایا تو ان کے لیے یہ دعا بھی کی:

﴿وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ﴾ [إبراهيم: ٣٧]

''اور انھیں پھلوں سے رزق عطا فرما۔''

اس دعا کی اثر پذیری کا نتیجہ تھا کہ اہلِ مکہ سے فرمایا گیا:

﴿اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [القصص: ٥٧]

''اور کیا ہم نے انھیں ایک پُر اَمن حرم میں جگہ نہیں دی جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔''

یہاں یہ ہر چیز کے پھل فرمایا ہے، ہر درخت کے پھل نہیں فرمایا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں دنیا بھر کی اشیاء اور مصنوعات پہنچتی ہیں۔ مشینوں اور صنعتی کارخانوں کے ثمرات ان کی مصنوعات ہیں۔ ملازمت اور مزدوری کا ثمرہ اُجرت ہے بلکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتے ہیں:

((يـا ملك الموت! قبضت ولد عبدي! قبضت قرة عينه وثمرة فواده.)) (مسند أحمد)

''اے ملک الموت! تُو میرے بندے کے بیٹے کو لے آیا ہے! تُو میرے بندے کی آنکھ کی ٹھنڈک اور اس کے دل کا پھل لے آیا ہے۔''

اس لیے ''ثمر'' کے معنی پھل ہی نہیں ہے بلکہ تمام چیزوں کے نتائج اور ان کے ثمرات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر امام رازی نے یہاں ﴿ثمرہ﴾ کو چشموں کے نتائج اور ثمرات سے متعلق کہا ہے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

١٣٠٨ . عن أبي موسى عن النبي ﷺ قال: ((من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله .))

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے (دوسری مرفوع) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے نرد شیر کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔"

باب: الأدب وإخراج الذين يلعبون بالنرد وأهل الباطل

ادب سکھانا اور شطرنج کھیلنے والوں اور اہل باطل کو نکال دینا

١٣٠٩ . عن نافع أن عبد الله بن عمر كان إذا وجد أحدا من أهله يلعب بالنرد ضربه وكسرها .

"حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اہل خانہ میں سے اگر کسی کو نرد کھیلتے ہوئے دیکھ لیتے تو اس کو مارتے اور نرد کو توڑ دیتے۔"

١٣١٠ . عن أبي علقمة عن أمه عن عائشة رضي الله عنها، أنه بلغها أن أهل بيت في دارها كانوا سكانا فيها عندهم نرد، فأرسلت عليهم: لئن لم تخرجوها لأخرجنكم من داري! وأنكرت ذلك عليهم .

"حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ ان کے گھر میں رہنے والوں کے پاس نرد ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں پیغام بھیجا کہ اگر تم نے گھر سے نرد نہ نکالی تو میں تمھیں اپنے گھر سے نکال باہر کروں گی۔ اور آپ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے اس فعل کو سخت ناپسند فرمایا۔"

فائدہ: جیسے آج کل لوگ تاش، شطرنج اور لڈو وغیرہ سے کھیلتے ہیں یہ سب کچھ جوئے کی اقسام سے ہے۔

١٣١١ . قال ربيعة بن كلثوم بن جبر: حدثني أبي، قال: خطبنا ابن الزبير فقال: يا أهل مكة! بلغني عن رجال من قريش يلعبون بلعبة يقال لها: النرد شير، وكان أعسر، قال الله: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ وإني أحلف بالله لا أوتي برجل لعب بها إلا عاقبته في شعره وبشره، وأعطيت سلبه لمن أتاني به .

"ربیعہ بن کلثوم بن جبر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ مکرمہ میں ایک روز خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ قریش کے لوگ نرد شیر سے کھیلتے ہیں۔ یہ کھیل دائیں ہاتھ سے کھیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "بے شک شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر، سب گندی چیزیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے اجتناب کرو۔" میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ایسا شخص میرے پاس لایا گیا جو نرد کھیلتا ہوا پکڑا گیا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ اس کے بالوں کو

اتاروں گا اور اس کی چمڑی بھی اُدھیڑ دوں گا اور اس کا مال چھین کر اس آدمی کو دوں گا جو اُس کو پکڑ کر میرے پاس لائے گا۔"

١٣١٢ . عن يعلى أبو عمر قال: سمعت أبا هريرة في الذي يلعب بالنرد قمارا: كالذي يأكل لحم الخنزير، والذي يلعب به غير القمار كالذي يغمس يده في دم خنزير، والذي يجلس عندها ينظر إليها كالذي ينظر إلى لحم الخنزير .

"حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایسے آدمی کے متعلق فرماتے ہوئے سنا جو نرد سے جوا کھیلتا ہو: یہ آدمی ایسا ہے گویا وہ سور کا گوشت کھاتا ہے، اور جو بغیر جوئے کی رقم لگائے کھیلتا ہے وہ اپنے ہاتھ کو سور کے خون میں ڈبوتا ہے اور جو وہاں بیٹھ کر نرد کھیلنے والوں کو دیکھتا ہے گویا وہ سور کے گوشت کی طرف دیکھتا ہے۔"

١٣١٣ . عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: اللاعب بالفصين قمارا كآكل لحم الخنزير، واللاعب بهما غير قمار كالغامس يده في دم خنزير .

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دو گوٹوں کے ساتھ جوا کھیلنے والا سور کے گوشت کھانے والے کی طرح ہے اور دو گوٹوں کے ساتھ جوئے کی رقم لگائے بغیر کھیلنے والا اپنے ہاتھ کو سور کے خون میں ڈبونے والے کی طرح ہے۔"

باب: لا يلدغ المؤمن من جحر مرتين

مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا

١٣١٤ . عن أبي هريرة، أن رسول الله ﷺ قال: ((لا يلدغ المؤمن من جحر مرتين .))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنگ نہیں کھاتا۔"

فائدہ: اگر کوئی ایمان دار شخص اپنے حسنِ معاملہ وحُسنِ ظن کی وجہ سے کسی مکار شخص کے دھوکے میں ایک بار آجاتا ہے تو آجاتا ہے لیکن پھر دوبارہ اس کے فریب ودغا میں گرفتار نہیں ہوتا بلکہ ہوشیار ہوجاتا ہے۔

باب: من رمى بالليل

رات کو تیراندازی کرنا

١٣١٥ . عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((من رمانا بالليل فليس منا .)) قال أبو عبد الله: في إسناده نظر . (صحيح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے رات کو ہماری طرف تیر پھینکا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

١٣١٦ . عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((من حمل علينا السلاح فليس منا .))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے ہم پر ہتھیار اُٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

١٣١٧ . عن أبي موسى قال: قال رسول الله ﷺ: ((من حمل علينا السلاح فليس منا .))

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

مولانا رحمہ اللہ عالم اسلام کے اہم کتب خانوں کی فہارس کتب بہت اہتمام سے حاصل فرماتے، پھران کا باقاعدہ مطالعہ کرتے، تازہ ترین اور اہم کتب پر نشان لگا کر انھیں حاصل کرتے۔ اور اسی حوالے سے ...... جب کہ ذرائع ابلاغ نہایت محدود تھے ...... وہ علمائے کرام خصوصاً حدیث پاک کے محققین اور خدمت گزاروں سے وہ آشنا رہتے۔ درج ذیل اداریہ انھوں نے عالم اسلام کے عظیم محقق اور محدث شیخ احمد محمد شاکر مصری رحمہ اللہ کی وفات پر تحریر فرمایا تھا، جس سے ان کی وسعت معلومات خصوصاً اصحاب الحدیث واہلہ کی نشاطات وخدمات سے باخبر رہنا واضح ہوتا ہے۔ (احمد شاکر)

عالم اسلام کے علمی ومذہبی حلقوں میں یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ سَلَفِیِّین (جماعت اہل حدیث) مصر کی ایک محقق عصر ہستی، لغت عربی کے استاذ کامل، غیور وجسور مصلح، فنون وعلومِ حدیث کے مجدد، عمیق النظر فقیہ، بلند پایہ محدث، علامہ شیخ احمد بن محمد شاکر رحمہ اللہ ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ ہجری کو قاہرہ میں انتقال فرما گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

افسوس ہے آپ کے سوانح حیات تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی، البتہ آپ کی بعض تحریروں سے چند باتوں کا پتا چل سکا ہے۔

آپ کے والد شیخ محمد شاکر بڑے جید عالم تھے۔ وہ برسوں قضائے مصر کے عہدۂ جلیلہ اور الجامع الازہر کے بعض اہم مناصب پر فائز رہے۔ الازہر کے جمود کو توڑنے اور اس کو اصلاح وترقی کی طرف لانے کے لیے علامہ سیّد رشید رضا مرحوم وغیرہ نے جو کوششیں کیں تھیں، شیخ محمد شاکر رحمہ اللہ بھی ان میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ قابل فخر بیٹے نے نام وَر باپ کی علمی وعملی آغوش میں نشوونما اور تربیت پائی، درسیات کی بعض کتابوں کی تعلیم حاصل کی اور ان کی علمی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔

(مقدمہ تعلیق جامع ترمذی، ص:۹۲، ۹۶۔ الشرع واللغہ، ص:۶۵)

غالبًا علامہ محمد شاکر رحمہ اللہ حنفی المسلک تھے، شاید اسی وجہ سے شیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ اپنے زمانۂ طلب علم سے لے کر تیس سال تک حنفی مکتبِ خیال سے وابستہ رہے اور حنفی کی حیثیت سے بیس برس تک مصر کے قاضی بھی۔ لیکن حدیث نبوی سے شغف اور مطالعہ ومزاولت کی برکت سے بالآخر ہر قسم کی تقلید کے بندھن ٹوٹے۔ تحقیق کی راہ پر گامزن ہوگئے اور اہل حدیث کا خالص مسلک اختیار کرلیا۔ شرح رسالہ امام شافعی کے مقدمے میں اس امر کی خود صراحت کردی ہے:

”وقد نشأت في طلب العلم وتفقهت على مذهب أبي حنيفة ونلت شهادة العالمية من الأزهر الشريف حنفيا، ووليت القضاء منذ عشرين سنة، أحكم كما يحكم اخواني بما أذن لنا في الحكم به من مذهب الحنفية، ولكن بجوار هذا بدأت دراسة السنة النبوية اثناء طلب العلم من نحو ثلاثين سنة فسمعت كثيرا وقرأت كثيرا و درست أخبار العلماء والأئمة ونظرت في أقوالهم و أدلتهم ...... لم أتعصب لواحد منهم ولم أحد عن سنن الحق

في ما بدا لي ." (مقدمه شرح رساله امام شافعی، ص: ۸)

ایک دوسری کتاب میں لکھا ہے:

"أنا أرفض التقليد كله ولا أدعوا إليه سواء كان تقليدا للمتقدمين أم للمتأخرين ."

(الشرع واللغة، ص: ۸۹)

تعلیق جامع ترمذی کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"وعلى النهج القويم سار عليه أئمتنا من أهل الحديث سرت ." (ص: ٦٧)

یعنی ہمارے ائمہ اہل حدیث جس سیدھے اور درست راستے پر گامزن تھے وہی میرا مسلک ہے۔

آپ کا ایسا لکھنا امر واقعہ ہے۔ نہ صرف مسائل فقہیہ میں بلکہ رجال حدیث کی تحقیق اور علل احادیث کی تدقیق تک میں آپ کی شان مجتہدانہ اور واقعتاً محدثانہ ہے جس کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے:

"كأنه خلق للحديث ."

اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ علومِ حدیث پر وسعت عبور کے اعتبار سے نویں صدی ہجری کے محقق، حافظ حدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد شیخ احمد محمد شاکر پہلے شخص ہیں جو رجال وعللِ احادیث پر مجتہدانہ کلام کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی ''تقلید'' سے کام نہیں لیتے، ورنہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد آنے والے علمائے کرام نقدِ احادیث ورجال کے سلسلے میں حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ ہی پر عموماً اعتماد کرتے ہیں، مثلاً: حافظ سخاوی، حافظ سیوطی، علامہ شوکانی اور امیر یمانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم۔ اس امر کا اندازہ ان مباحث سے ہوسکتا ہے جو اُن کی تعلیقات جامع ترمذی، مسند امام احمد، رسالہ امام شافعی اور الباعث الحثیث وغیرہا میں جابجا پھیلے ہوئے ہیں۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"لا عذر لأحد يعلم حديثا صحيحا أن يخالفه لا تقليدا ولا اجتهادا ولا استحسانا ولا استنباطا ." (مقدمه تعليق جامع ترمذی، ص: ٦٩)

یعنی کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ تقلید، اجتہاد، استحسان ومصالح اور استنباط کسی بھی بہانے صحیح حدیث کو ترک کرے۔

محدثین کرام أعلى الله مقامهم سے شیخ موصوف والہانہ شیفتگی رکھتے تھے، خصوصاً حضرت امام شافعی سے تو یہ محبت، عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی ہے۔ رسالہ امام شافعی کی شرح کا مقدمہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

"لو جاز لعالم أن يقلد عالما كان أولى الناس عندي أن يقلد الشافعي ، فإن هذا الرجل لم يظهر مثله في علماء الإسلام في فقه الكتاب والسنة ونفوذ النظر فيهما ودقة الاستنباط ."

(ص: ٥)

یعنی کسی عالم کو دوسرے کسی عالم کی تقلید کا جواز اگر ہو بھی تو بلاشبہ امام شافعی ہی اس کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی تقلید کی جائے، اس لیے کہ علمائے اسلام میں کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جو کتاب وسنت کی فقاہت، نظر کی گہرائی اور دقت استنباط میں امام شافعی جیسا ہو۔

یاد رہے کہ حضرت شیخ نے یہ رائے یوں ہی نہیں قائم کر لی۔ انھوں نے بدوّ وشیوعِ مذاہب فقہیہ کا غیر جانب دارانہ اور تقابلی مطالعہ غائر نظر سے کیا ہے۔ انھوں نے حضرت امام شافعی کی کتاب "الأم" کے حرف حرف کو پڑھا، پرکھا۔ انھوں نے اصولِ حدیث واصولِ فقہ کی بنیادی کتاب حضرت امام شافعی کے "الرسالة" پر سالہا سال عکوف کیا، جب جا کر علی وجہ البصیرت یہ فیصلہ دیا ہے۔

"الرسالة" للإمام الشافعي پر استاد احمد ایسے فدا تھے کہ اس کو نہایت ذوق وشوق اور محنت شاقہ سے جدید طریقے پر مرتب کیا، پھر قیمتی اور نفیس علمی مقدمے کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر اسے شائع کرایا اور اس طرح اس کی خدمت کر کے اس سے استفادے کو سہل بنا کر اس کو عام کرنے کی کوشش فرمائی۔

حدیث پاک پر اعتراض کرنے والوں اور نکتہ چینوں کی اقسام کا تفصیل سے ذکر کرکے محدثین کرام رحمهم الله تعالى أجمعين کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

"وليعلم من يريد أن يعلم ...... أن المحدثين كانوا محدثا ملهمين تحقيقا لمعجزة سيد المرسلين حين استنبطوا هذه القواعد المحكمة لنقد رواية الحديث ومعرفة الصحاح من الزياد وأنهم ما كانوا هازلين ولا مخدوعين وأنهم كانوا جادين على هدى وعلى صراط مستقيم فكان تلك القواعد التي ارتضوها للتوثق من صحة الأخبار أحكم القواعد وأدقها."

(مقدمه تعليق جامع ترمذی، ص: ٧٣)

یعنی ان (تشکیک زدہ) حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے اہل حدیث نے نقدِ روایات کے بارے میں جو قواعد مرتب کیے ہیں وہ الہامی ہونے کی بنا پر نہایت درجے کے محکم ہیں۔ ائمہ حدیث محدث وملہم تھے تاکہ سیّد المرسلین ﷺ کے معجزے کی تحقیق ہوسکے۔ محدثین جادۂ مستقیم پر تھے۔

الباعث الحثيث کے مقدمے میں بھی اس موضوع پر بڑی مدلل اور ایمان افروز تقریر کی ہے اور منکرینِ حدیث (متشککین) پر نقد فرمایا ہے۔ (ص: ٧-١٠ طبع ثانی)

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم ان کے مسلک اور کارنامہ ہائے زریں سے گہرے تعلق خاطر کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ ممدوح نے اپنی زندگی اسی راہ میں صرف کردی۔ حدیث وفقہ الحدیث اور ان سے متعلقہ متعدد اہم کتابوں کو مرتب کیا اور ان پر محققانہ حواشی اور بعض کے تحقیقی اور بسیط مقدمے لکھے۔ محلی، إحكام كلاهما للحافظ ابن حزم، كتاب الخراج ليحيىٰ بن آدم، جامع ترمذی [1]، الرسالة للإمام الشافعي، جماع العلم للإمام الشافعي، الباعث الحثيث، للحافظ ابن كثير، ألفية الحديث للسيوطي، الإحسان بتقريب صحيح ابن حبان للعلاء الفارسي، التحقيق للحافظ ابن الجوزي، تفسیر ابن جریر (تخریج کی حد تک) [2]، مسند امام احمد، اختصار تفسیر ابن کثیر (عمدۃ التفسیر) وغیرہ۔

غالبًا جامع ترمذی، صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد کی طباعت نامکمل رہی؛ اوّل الذکر کی کتاب الصلاۃ تک دو جلدیں آئی ہیں۔ ابن حبان کی صرف ایک جلد اور المسند کے ١٥ اجزاء ہم تک پہنچے ہیں۔ اختصار تفسیر ابن کثیر کے چار اجزاء (سورۂ مائدہ تک) آئے ہیں، معلوم نہیں مرحوم ان کاموں کی تکمیل کرچکے تھے یا نہیں۔ کتاب "التحقیق" غالبًا طبع ہی نہیں ہوسکی۔ ان کاموں کے نا تمام رہ جانے پر جس قدر بھی افسوس اور صدمہ ہو کم ہے، ایسی ہستیاں صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کا شیوہ تسلیم ورضا بقضاء ہونا چاہیے، ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن۔ إن الله بالغ أمره قد جعل الله لكل شيء قدرا.

دعا ہے اللہ عزوجل اپنے رسول ﷺ کی حدیث پاک کے اس محبّ صادق کو بہشت بریں میں مقاماتِ علیا پر فائز فرمائے اور اس کو اس کی محبوب جماعت؛ انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین کے زمرے میں شامل کرلے۔ ويرحم الله عبدا قال: آمينا.

پچھلے دنوں لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی مجلس مذاکرہ میں

[1] اس امر کا ذکر نا مناسب نہ ہوگا کہ شیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے ہمارے اہل حدیث محقق عالم مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی شرح ترمذی (تحفۃ الاحوذی) کو بہت داد دی ہے: "تأليف العالم العلامة الشيخ محمد عبدالرحمن من كبار علماء الحديث بالهند وهو شرح نفيس جدا." (مقدمه جامع ترمذی، ص: ٢)

[2] یہ تفسیر دراصل شیخ احمد کے بھائی شیخ محمود محمد شاکر کی تحقیق وتعلیق سے شائع ہونا شروع ہوئی ہے۔ شیخ احمد صرف تخریج کر رہے تھے۔

شام کے بعض نمائندوں نے تجویز پیش کی تھی کہ موجودہ دور کے بعض مسائل کو شریعت کی روشنی میں حل کرنے کے لیے ''فردی اجتہاد'' کافی نہیں بلکہ اس سے کئی مفاسد کے دروازے کھلنے کا اندیشہ ہے، اس کی بجائے ''اجتماعی اجتہاد'' کی صورت پیدا کرنی چاہیے۔ ان صاحب نے پھر اُس کی شکل بھی بتائی تھی۔ یہ تجویز بھی دراصل علامہ احمد محمد شاکر مرحوم نے ۱۳۶۲ ہجری (۱۹۴۴ء) میں مصر کے وکلاء کے سامنے رکھی تھی جس زمانے میں اسی قسم کا سوال درپیش تھا جیسا اب پاکستان میں ہے اور درحقیقت اس مسئلے کا معتدل حل بھی یہی ہے۔ مرحوم نے فرمایا تھا:

"یا رجال القانون في مصر! بكم أبدأ دعوتي وأنتم أصحاب السلطان في وبيدكم الأمر والنهي وأنتم الذين تضعون القوانين ولجانكم تعمل الآن فى تعديلها على مبادى التشريع الحديث تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم نضع أيدينا في أيديكم ونعمل مخلصين لله، أنتم أعلم بأسرار القوانين منا ونحن أعلم بالكتاب والسنة وأسرار الشريعة منكم فإذا تعاونا أخرجنا أبدع الآثار."

''اے مصر کے قانون دان حضرات! میں آپ حضرات کو سب سے پہلے دعوت دیتا ہوں۔ آپ کے ہاتھ میں دستوری معاملات اور اس کے نفاذ کی باگ ڈور ہے۔ آپ کی کمیٹیاں اور کمیشن (قوانین مصر کو) مروّجہ دساتیر کے مطابق کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ آیئے! ہم اور آپ مل کر کام کریں۔ دستورِ ملک کا معاملہ ہمارا سب کا مشترکہ ہے، اخلاص اور للّٰہیت کو کام میں لائیں۔ آپ لوگ یقیناً موجودہ قانون کی نزاکتوں سے خوب واقف ہیں اور ظاہر ہے کہ کتاب وسنت اور شریعت کے نشیب وفراز کو ہم (علمائے کرام) خوب جانتے ہیں۔ ہم دونوں مل کر کام کریں گے تو اس کے نتائج حیرت انگیز طور پر عمدہ نکلیں گے۔''

سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

"الاجتهاد الفردي غير منتج في وضع القوانين بل يكاد يكون محالا أن يقوم به فرد وأفراد والعمل الصحيح المنتج هو الاجتهاد الاجتماعي فإذا تبودلت الأفكار وتداولت الآراء ظهر وجه الصواب إن شاء الله."

(الشرع واللغة، ص: ۸۹)

''(یاد رہے) ''اجتہادفردی'' سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ صحیح عملی تجویز یہ ہے کہ ''اجتہاد اجتماعی'' سے کام لیا جائے۔ تبادلہ افکار سے مطلوبہ مقصد ظاہر ہو کر رہے گا، ان شاء اللہ۔''

پھر اس کی عملی صورت یہ ارشاد فرمائی:

"فالخطة العلمية فيما أرى أن تختار لجنة قوية من أساطين رجال القانون وعلماء الشريعة لتضع قواعد التشريع الجديد غير مقيدة برأي أو مقلدة لمذهب إلا نصوص الكتاب والسنة وأمامها أقوال الأئمة وقواعد الأصول وآراء الفقهاء وتحت أنظارها آراء رجال القانون كلهم ثم تستنبط من الفروع ما تراه صوابا مناسبا لحال الناس وظروفهم مما يدخل تحت قواعد الكتاب والسنة."

''اس قسم کی کمیٹی کا تقرر عمل میں لایا جائے تو ماہرینِ قانونِ جدید اور فقہ اسلامی کے علماء پر مشتمل ہو۔ یہ کمیٹی خاص مذہب یا قول کے تقید ووساطت کے بغیر براہِ راست کتاب وسنت سے موجودہ مسائل کا حل تلاش کر کے قانون وضع کرے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اس کمیٹی کو ائمہ فقہ کی آراء،

(باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ①

ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں

حافظ صلاح الدین یوسف ﷾

ہفتہ رفتہ میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کے مضمون بہ عنوان ''ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں'' کی پہلی قسط شامل اشاعت کی گئی تھی۔ مضمون چھپنے کے بعد جب رسالہ حافظ صاحب کی نظر سے گزرا تو انھیں علم ہوا کہ اس کا پہلا حصہ جس میں قرآنی آیات کی روشنی میں مسئلہ زیر بحث کا جائزہ لیا گیا تھا، طبع ہونے سے رہ گیا ہے۔ ہمیں مضمون کا جو مسودہ موصول ہوا تھا وہ بذاتہ مکمل معلوم ہوتا تھا، یعنی ابتداء اور انتہا دونوں واضح تھیں، اس لیے ہم نے اسے مکمل سمجھ کر رسالے میں شامل کر لیا تھا۔ بہرحال درج ذیل مضمون کو پہلی قسط اور شمارہ نمبر ۲۷ میں شامل مضمون کو اس سلسلے کی دوسری کڑی شمار کیا جائے۔ اور آئندہ شمارے میں اس سلسلے کی تیسری قسط آخری قسط ہوگی، ان شاء اللہ۔ (ادارہ)

لڑکی یا لڑکے کا رشتہ طے کرنے سے پہلے والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی رضامندی حاصل کریں۔ لڑکے کے لیے اگرچہ لڑکی کی طرح ولایت ضروری نہیں ہے، وہ اگر ولی کے بغیر بھی شادی کرے گا تو شرعاً اس کا جواز ہے لیکن شادی کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ والدین لڑکے کا بھی رشتہ طے کرتے وقت اس کی رضامندی حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔ اس کے بغیر شادی کر دینے میں یہ ہو سکتا ہے کہ لڑکے کو وہ رشتہ پسند نہ ہو تو وہ آنے والی دلہن کو خوش آمدید نہ کہے اور اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنے سے گریز کرے۔

یہ کوئی مفروضہ یا وہم نہیں، ایک حقیقت ہے۔ اس طرح کی متعدد مثالیں ہر خاندان میں مل جاتی ہیں، والدین نے خاندانی، کاروباری یا دیگر اسی قسم کی مصلحتوں کو سامنے رکھتے ہوئے زبردستی لڑکے کا نکاح کر دیا لیکن لڑکے نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسی صورت میں لڑکی عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہے یا بالآخر معاملہ طلاق اور علیحدگی پر منتج ہوتا ہے۔ لڑکا صاف کہہ دیتا ہے: جو نکاح کر کے لائے ہیں وہی اس کو سنبھالیں، میرا اِس سے کوئی تعلق نہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ایسی مصلحتیں لڑکی کے لیے ظلم کا باعث بن جاتی ہیں اور اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، اس لیے لڑکے کو اعتماد میں لیے بغیر لڑکے کی بھی شادی نامناسب ہے۔ ہاں، اگر لڑکے کی بابت والدین کو یہ یقین ہو کہ وہ ان کی پسند کو ناپسند نہیں کرے گا اور والدین کے سامنے سر اطاعت خم کر دے گا، اس سے سرتابی نہیں کرے گا تو بات اور ہے، ایسی صورت میں مذکورہ خرابی پیدا ہونے کا امکان نہیں اور ہمارے معاشرے میں یہ مثالیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔

لیکن جہاں تک لڑکی کا معاملہ ہے، اس میں تو سارا اختیار ولی کے ہاتھ میں ہے، لڑکی ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود نہیں کرا سکتی، اگر ایسا کرے گی تو وہ نکاح ناجائز اور باطل ہوگا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، ایسا جوڑا عمر بھر زنا کار ہی شمار ہوگا۔ اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

- لڑکی کے لیے اسلام میں پردے کی پابندی ہے۔
- اپنے ابدی محرموں کے علاوہ دوسرے تمام مردوں سے میل ملاقات کی اجازت اسے نہیں ہے۔
- فکر معاش سے اسے آزاد رکھا گیا ہے، اس لیے معاشی جدوجہد کی خاطر اسے گھر سے باہر جانے اور لوگوں سے میل جول کی

ضرورت پیش نہیں آتی۔

⦿ مخلوط تعلیم کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام کی ان تعلیمات کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ لڑکی کی شادی کی تمام تر ذمے داری اس کے اولیاء پر ہو، وہی اس کے لیے مناسب مرد تلاش کریں اور شادی کے جملہ انتظامات کا بندوبست کریں۔

علاوہ ازیں والدین کے دل میں اولاد کی محبت ایک فطری چیز ہے۔ یہ فطری محبت ہی والدین کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی نوجوان بچی کے لیے مناسب ترین رشتہ تلاش کریں جو ظاہری اور معنوی لحاظ سے موزوں تر ہو۔ والدین سے زیادہ اولاد کا کوئی خیر خواہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ وہ شادی کے موقع پر اپنی خیر خواہی کا حق اسی طرح ادا کرتے ہیں کہ بہتر سے بہتر رشتہ تلاش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر وبیشتر اسلامی معاشرے میں شادی کا مسئلہ خیر وخوبی کے ساتھ انجام پا جاتا ہے اور والدین اور اولاد کے درمیان کوئی اختلاف رونما نہیں ہوتا۔

قرآنِ کریم کی رو سے مسئلہ ولایتِ نکاح کا جائزہ:

مذکورہ وجوہات ہی کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں ایسی ہدایات دی ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کے لیے رشتہ تلاش کر کے اس کا نکاح کرنا لڑکی کے ولی ہی کی ذمے داری ہے، لڑکی از خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① ......﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة: ۲۲۱]

''تم مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور (اپنی عورتوں کو) مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے براہِ راست مردوں سے خطاب فرماتے ہوئے ان سے کہا کہ تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو۔ ہاں، اگر وہ ایمان قبول کرلیں تو اور بات ہے، اس وقت ان سے تمھارا نکاح کرلینا صحیح ہوگا۔ لیکن جب مسلمان عورت کو یہی حکم دینے کی ضرورت محسوس کی گئی کہ وہ بھی مشرک مردوں کے ساتھ نکاح نہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بجائے ان کے اولیاء کو خطاب فرمایا اور اُنھیں یہ حکم دیا کہ وہ مسلمان عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کریں۔ ہاں، اگر وہ اسلام قبول کر کے مومنین میں شامل ہو جائیں تو پھر تم اپنی بچیوں کو ان کے عقد نکاح میں دے سکتے ہو۔

قرآنِ کریم کے اس انداز بیان سے واضح ہے کہ مسلمان عورت اپنے نکاح کا معاملہ از خود طے نہیں کرسکتی، اس کے نکاح کا معاملہ اس کے ولی کی وساطت ہی سے انجام پائے گا۔ مفسرین نے اس آیت کو مسئلہ ولایتِ نکاح میں ''نص'' قرار دیا ہے، چنانچہ امام ابن حبان اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد استدل بهذا الخطاب على الولاية في النكاح وإن ذلك نص فيها."

(البحر المحيط: ۲/ ۱٦٥)

''اس خطاب سے استدلال کیا گیا ہے کہ (لڑکی کے) نکاح میں ولی کی اجازت ضروری ہے اور یہ آیت اس مسئلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"في هذه الآية دليل بالنص على أن لا نكاح إلا بولي."

''یہ آیت بہ طور نص اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں۔''

یہی بات امام ابن جریر طبری، امام ابن حزم (المحلی: ۹/ ٤٤٢١)، علامہ رشید رضا مصری (تفسير المنار: ۲/ ۳٥۱)، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (مجموع الفتاوى: ۳۲/ ۱۳۲)، قاضی ابن العربی (أحكام القرآن: ۱/ ۱٥۸) اور دیگر کئی علماء

نے لکھی ہے۔

② ......اور قرآنِ کریم کا یہ حکم صرف کنواری لڑکیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ بیوہ اور مطلقہ کے لیے بھی ہے، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ [النور: ٣٢]

''تم میں جو بے شوہر ہیں، ان کے نکاح کر دو۔''

أيامى، أيم کی جمع ہے۔أيم ہر اُس عورت کو کہا جاتا ہے جو بے شوہر ہو۔اس میں کنواری بھی آجاتی ہے اور بیوہ اور مطلقہ بھی۔ان سب کے لیے ان کے اولیاء کو خطاب کر کے کہا گیا ہے: تم ان کے نکاح کر دو۔امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"في الآية دليل على أن تزويج النساء الأيامى إلى الأولياء لأن الله تعالى خاطبهم به ...... وهو قول أكثر أهل العلم من الصحابة ومن بعدهم." (معالم التنزيل المعروف ب تفسير البغوي: ٣/ ٧٣، طبع لاہور)

''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بے شوہر عورتوں کی شادی کا بندوبست کرنا اولیاء کی ذمے داری ہے، اس لیے کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی سے خطاب فرمایا ہے......اور یہی اکثر اہل علم صحابہ اور مابعد کے لوگوں کا قول ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفي هذا دليل على أن المرأة ليس لها أن تنكح نفسها بغير ولي وهو قول أكثر العلماء."

''اس (فعل متعدی؛أنكحوا لانے) میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ولی کے بغیر اپنا نکاح کرلے اور یہی اکثر علماء کی رائے ہے۔''

قاضی ابن العربی، امام شوکانی اور شیخ محمد طاہر ابن عاشور (صاحبِ تفسیر التحریر والتنویر) وغیرہم نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

③ ......قرآنِ کریم کی تیسری آیت میں ہے:

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

[البقرة: ٢٣٢]

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو تم ان کو اپنے (سابقہ) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو جب کہ وہ آپس میں راضی ہوں دستور کے مطابق۔''

امام ابن کثیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی بیوی کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دے دے، پھر اُس کی عدت پوری ہوجائے تو خاوند اُس سے (دوبارہ) شادی کرنا چاہے اور عورت بھی اس پر رضامند ہو لیکن اس کے اولیاء اس کو ایسا کرنے سے روک دیں تو اللہ تعالیٰ نے عورت کے اولیاء کو ایسا کرنے سے، یعنی اس کو شادی کرنے سے روکنے سے منع فرما دیا۔امام مسروق، امام ضحاک، ابراہیم نخعی، امام زہری رحمہم اللہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت اسی مسئلے میں نازل ہوئی ہے۔اور ان لوگوں نے جو یہ بات کہی ہے، آیت کے ظاہری مفہوم کے عین مطابق ہے۔اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت یہ اختیار نہیں رکھتی کہ وہ اپنا نکاح خود کر لے بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ امام ترمذی اور امام ابن جریر طبری رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۸۲)

امام شافعی (الأم: ٥/ ١٢، طبع مصر)، امام طبری اور امام بغوی وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی اس آیت کو مسئلہ زیر بحث میں واضح دلیل قرار دیا ہے۔

آیت مذکورہ کی شانِ نزول:

اس آیت کے نزول کا جو سبب ہے وہ صحیح روایات میں بیان ہوا ہے جس سے آیت کا وہ مفہوم متعین ہوجاتا ہے جو مذکورہ سطور میں

مفسرین نے بیان فرمایا ہے، اس لیے شانِ نزول کی روایت کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک آدمی سے کیا۔ کچھ عرصے بعد اس نے اسے طلاق دے دی حتی کہ جب عدت گزر گئی تو اُس نے پھر نکاح کا پیغام بھیجا جس پر میں نے اس سے کہا: میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کیا، اس کو تیرا بستر بنایا، تیری عزت کی لیکن تُو نے اس کو طلاق دے دی اور اب پھر نکاح کا پیغام لے کر آ گیا ہے۔ اللہ کی قسم! اب وہ کبھی تیری طرف نہیں لوٹے گی۔ اور وہ آدمی بُرا نہیں تھا اور عورت (میری بہن) بھی اس کے ساتھ رجوع کرنا چاہتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی جسے سن کر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اب میں ان کا آپس میں نکاح کر دوں گا، چنانچہ میں نے اس کے ساتھ اس کا (دوبارہ) نکاح کر دیا۔''

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۱۳۰)

حضرت معقل کی بہن مطلقہ (بے شوہر) تھی، کنواری نہیں تھی، اس کے باوجود اس کے لیے بھی ولایت کو ضروری قرار دیا گیا، ورنہ وہ ازخود اپنے پہلے خاوند سے نکاح کر لیتی یا بھائی کے انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ یہ حکم نازل فرما دیتا کہ ولی (بھائی) کو لڑکی (بہن) کے نکاح میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے کیوں کہ وہ بالغہ بھی ہے اور شوہر دیدہ بھی۔ لیکن اللہ نے اس کے برعکس یہ حکم نازل فرمایا کہ تم ان کے دوبارہ باہم نکاح کرنے میں رکاوٹ نہ بنو بلکہ ان کی پسندیدہ جگہ پر اُن کا نکاح کر دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولایت صرف کنواری ہی کے لیے ضروری نہیں بلکہ مطلقہ اور ثیبہ (بیوہ) کے لیے بھی ضروری ہے۔ کوئی بھی عورت ولی کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر ازخود اپنا نکاح کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو وہ نکاح باطل ہوگا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

مسئلہ ولایت نکاح، احادیث کی روشنی میں:

قرآنِ کریم کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی اس مسئلہ ولایتِ نکاح کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے:

((لا نكاح إلا بولي .))

(سنن أبي داود، جامع ترمذي، ابن ماجه) (باقی آئندہ)

بقیہ: جرعات

اقوال اور فقہی اصول وقواعد کو سامنے رکھنا ہوگا، قانونِ جدید سے پورا پورا استفادہ کرنا ہوگا اور اس طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں حالات وظروف کے مناسب دستور مرتب کیا جائے۔''

لیکن حالات وظروف سے مناسبت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نصوص صریحہ تک کو مصلحت وقت کے لیے ترک کر دیا جائے بلکہ یہ نہایت ضروری ہے کہ کوئی بھی قانون:

"ولا يصارم نصا ولا يخالف شيئا معلوما بالضرورة ." (الشرع واللغة، ص: ۹۰)

''قرآن وحدیث کی نصِ صریح اور ضروریاتِ دین سے متصادم نہ ہونے پائے۔''

یہ ہے مصر کے ایک محقق روشن خیال اہل حدیث عالم کا مجوزہ قابل عمل حل۔ اس مسئلے کا جو قدیم وجدید میں بلاوجہ معقول باعثِ نزاع بنا ہوا ہے، اس حل کا بنیادی محور یہی ہے کہ دستور کی اصل قرآن وحدیث ہوں۔ جن مسائل میں قرآن وحدیث کے صاف صاف فیصلے موجود ہیں، ان کو نہ فردی اجتہاد بدل سکتا ہے نہ اجتماعی، نہ کوئی قانون کمیشن، نہ کوئی قومی اسمبلی، اس لیے کہ مصرحہ فیصلہ جات اجتہاد کے دائرہ کار ہی سے باہر اور ابدی ہیں:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الأحزاب: ٣٦]

حدیث سے علمِ باطن کے اثبات کی حقیقت

ریاض احمد اثری

نسل انسانی کی رُشد وہدایت کے لیے مالک ارض وسماء نے انبیاء ورُسل علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا۔ ہر دور میں حضرات انبیائے کرام تشریف لاتے رہے اور اپنی اپنی امت کو دعوتِ حق پیش کرتے رہے۔ سب سے آخر میں ہمارے نبی جناب محمد ﷺ تشریف لائے۔ امتِ مسلمہ کی اصلاح کے لیے اللہ عزوجل نے نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن مقدس ایسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس میں شعبہ ہائے زندگی کے تمام مسائل واحکامات اس انداز میں واضح کردیے گئے کہ کسی قسم کی بھی تشنگی باقی نہ رہی۔

محمد عربی ﷺ ایسے صادق وامین پیغمبر نے اس امانت الٰہی کو من وعن اپنے صحابہ کرام تک پہنچایا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑی۔ جب خاتم النّبیین پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ امانت الٰہی اپنے اصحاب تک پہنچا چکے تو رب کونین نے اعلان فرمادیا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [المائدۃ: ۳]

''آج میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنا بھرپور انعام کردیا اور تمھارے لیے اسلام بہ طورِ دین پسند کرلیا۔''

مبلّغ اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے اتمامِ حجت کے لیے جماعت صحابہ سے خطاب فرمایا:

((وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به؛ كتاب الله، وأنتم تسألون عني فما أنتم قائلون؟)) قالوا: نشهد أنك قد بلّغت وأدّيت ونصحت، فقال بإصبعه السبابة يرفعها إلى السماء وينكتها إلى الناس: ((اللهم اشهد، اللهم اشهد ثلاث مرات .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۱۸)

''اور (جان لو!) میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ کتاب اللہ ہے۔ اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دوگے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے یقیناً دین پہنچادیا، ذمہ داری ادا کردی اور امت کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت فضا میں بلند کی اور اسے لوگوں کی طرف ہلاتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تُو بھی گواہ رہنا۔'' آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر کیا ہوا یہ خطابِ رسول ﷺ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے دین الٰہی مکمل طور پر امانت داری سے اپنی امت تک پہنچا دیا ہے۔ کتاب اللہ کے اسی علم الٰہی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمد رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ سنا، سمجھا اور محفوظ کرلیا۔ پھر پوری حزم واحتیاط کے ساتھ یہ سارا علم تابعین تک پہنچا دیا۔ تابعین سے یہ علم تبع تابعین نے اخذ کیا اور اسے محفوظ ومامون کرلیا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ محدثین کرام نے اس علم کو کتابی شکل میں محفوظ کرکے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔

ہمارے سامنے علمِ الٰہی کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کی صورت میں موجود ہے، الحمد للہ۔ ہمارا ایمان ویقین ہے کہ قرآن

مقدس اور سنت رسول علی صاحبها الصلاة والسلام محفوظ ہیں۔ ان میں جو بھی احکام ومسائل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہیں۔ کوئی بھی مسئلہ اور حکم اوجھل نہیں رہا۔ جو بھی قرآن اور حدیثِ صحیح میں احکام ومسائل ہیں وہ واجب العمل ہیں، چنانچہ علم باطن کا سہارا لے کر قرآن وحدیث کے سارے سرمائے کو ردّ کر دینا بہت بڑا کفر ہے جیسا کہ بعد کے ادوار میں باطل پرست صوفیاء نے باطنیت کا لبادہ اوڑھ کر قرآن وحدیث کے احکامات کو طاقِ نسیاں کر ڈالا۔ ان اہل ہویٰ صوفیاء کے بقول اللہ تعالیٰ نے اربابِ ذوق واَصحابِ وجد وحال کو ایک مخصوص علم سے نوازا ہوا ہے جسے علم باطن یا علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ان سفہائے عہد کے مطابق اہل ذوق اس علم کو براہِ راست اللہ عزوجل سے حاصل کرتے ہیں، انھیں قرآن وسنت کی کوئی محتاجی نہیں ہوتی۔ یہ صوفیاء "حدثني قلبي عن ربي" کہہ کر اس علم کا اظہار کرتے ہیں۔ ان حضرات کے مطابق شریعت کے دو علوم ہیں: ایک علمِ ظاہری اور دوسرا علمِ باطنی۔ علمِ باطنی علمِ ظاہری سے افضل ومقدم ہے۔ ان کے زعم کے مطابق علمِ ظاہری سے علمائے کرام واقف ہوتے ہیں اور علمِ باطنی کو صرف اور صرف اصحابِ وجد وحال ہی جانتے ہیں۔

باطنیت کے پس پردہ ان باطل پرستوں نے کتاب وسنت کے احکام ومسائل کو معطل کر دیا اور مکاشفے، مراقبے، مشاہدے، الہام، کیف، جذب، مستی، استغراق اور سکر ایسی من گھڑت اصطلاحات وضع کر کے شریعت محمدیہ کی من مانی تاویلیں کیں۔ ان جاہل صوفیاء نے باطنیت کے لبادے میں جسے چاہا حلال کر دیا اور جسے چاہا حرام ٹھہرا دیا۔ اور ایمان کو عشق مجازی کا نام دے کر آلاتِ موسیقی، رقص وسرود، سماع، وجد، دھمال، حسن وعشق کی محافل اور جام وسبو سے لبریز شاعری کو جائز قرار دے دیا۔

''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مصداق ان خواہش پرست اصحابِ سلوک وطریقت نے علم باطن کے ثبوت کے لیے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علمِ ظاہری اور دوسرا علمِ باطنی۔ ہم پہلے وہ حدیث قارئین کرام کے سامنے پیش کریں گے اور اس کا صحیح معنی ومفہوم واضح کریں گے، بعد ازاں صوفیاء کا ضعف استدلال بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"حفظت من رسول الله ـ صلی اللہ علیہ وسلم ـ وعاءين، فأما أحدهما فبثثته فيكم، وأما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم."

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٢٠)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حفظ کیے ہیں، ان میں سے ایک کو میں نے تمھیں بیان کر دیا ہے، دوسرا اگر میں ظاہر کروں گا تو یہ شہ رگ کٹ جائے گی۔''

اہل باطل نے اس سے استدلال کیا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علمِ ظاہری جو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے واضح کر دیا اور دوسرا علم باطن جو ظاہر نہ کیا۔ علم کی وہ قسم جسے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے واضح نہ کیا اس سے کیا مراد ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وحمل العلماء الوعاء الذي لم يبثه على الأحاديث التي فيها تبيين أسامي أمراء السوء وأحوالهم وزمنهم، وقد كان أبوهريرة يكني عن بعضه ولا يصرح به خوفا على نفسه منهم، كقوله: أعوذ بالله من رأس الستين وإمارة الصبيان، يشير إلى خلافة يزيد بن معاوية لأنها كانت سنة ستين من الهجرة."

(فتح الباري: ١/ ٢٨٨، ٢٨٩)

''علم کی وہ قسم جسے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے واضح نہ کیا، علمائے کرام نے اسے ان احادیث پر محمول کیا جن میں اُمرائے سوء کے نام، احوال اور زمانہ بیان ہوا ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ نے قتل کے ڈر سے بعض امراء کے متعلق کنایۃً بیان کر دیا اور بالصراحت ان کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ ان کا قول ہے: میں ساٹھ سال (ساٹھ کی دہائی) کے آغاز اور بچوں کی امارت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس میں یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ اس کی خلافت سن ساٹھ ہجری سے شروع ہوئی تھی۔''

اس مفہوم کی وضاحت صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے ''کتاب الفتن'' میں روایت کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''سعید بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی مدینہ منورہ میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بن حکم بھی تھے، اس اثناء میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سمعت الصادق المصدوق يقول: ((هلكة أمتي على يدي غلمة من قريش .))

''میں نے صادق مصدوق رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے بعض بچوں کے ہاتھوں ہوگی۔''

اس پر مروان نے کہا: ان بچوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ بعد ازاں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ وہ فلاں فلاں کی اولاد ہے تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔''

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ۷۰۵۸)

اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جن احادیث کو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ظاہر نہیں کیا ان کا تعلق ظالم حکمرانوں سے تھا، فتنے کے ڈر سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے بیان نہ کیا، اس کا تعلق علم باطن سے ہرگز نہیں ہے۔ اور اسی طرح ان احادیث کا تعلق احکامِ شرعیہ سے بھی نہیں ہے، اگر ان کا تعلق احکامِ شرعیہ سے ہوتا تو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے مخفی نہ رکھتے کیوں کہ انھوں نے خود فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیات نہ ہوتیں تو میں کوئی بھی حدیث نہ بیان کرتا، پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ○﴾

[البقرة: ۱۵۹، ۱۶۰]

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اُتارا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اور پھر (جو چھپایا تھا اسے) بیان کر دیتے ہیں تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہوں۔''

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ۱۱۸، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۴۹۲)

تو معلوم ہوا اگر یہ احادیث احکام شرعی سے متعلق ہوتیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے نہ چھپاتے کیوں کہ انھوں نے شروع میں وہ آیت ذکر کی ہے جو کتمانِ علم کی مذمت بیان کرتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جو احادیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان نہیں کیں ان میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق قیامت کی شروط اور آخری زمانے میں جنگوں، فتنوں اور تبدیلیِ احوال سے بھی ہو سکتا ہے کہ جن کو ان احادیث کا شعور نہ ہو وہ ان پر اعتراض کر سکتے تھے، اس لیے انھوں نے اسے بیان نہ کیا ہو۔ تفصیل کے لیے فتح الباري (۲۸۹/۱) اور مرعاة المفاتيح (۳۵۷/۱) ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کا علمِ ظاہر وعلمِ باطن سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"واعلم أنه لا علاقة للحديث بعلم الظاهر والباطن كما يزعم المتصوفة." (التعليق على المشكاة مع هداية الرواة: ١/ ١٨٣)

"جان لیجیے! اس حدیث کا علم ظاہر اور علم باطن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ صوفیاء سمجھتے ہیں۔"

اگر اس حدیث کا تعلق علم باطن سے ہوتا تو صحابہ ایسے نفوس قدسیہ اسے لازماً بیان کرتے کیوں کہ انھوں نے دینِ اسلام کی ایک ایک جزئی واضح فرما دی جسے انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا۔

ہم ان صوفیاء سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جو علم عہدِ صحابہ میں مخفی رہا اور اسے واضح کرنا ممنوع تھا تو بعد میں آنے والے جاہل صوفیاء کے لیے کیسے جائز ہو گیا؟

اس حدیث سے جو صوفیاء نے علمِ باطن مراد لیا ہے، کیا کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، محدث اور شارحِ حدیث نے اس سے علم باطن کا اثبات کیا ہے؟

ان اہل ہویٰ وہوس نے اس حدیث سے اپنا مَن پسند اور مَن گھڑت علم تو مراد لے لیا ہے لیکن باقی ذخیرۂ احادیث اور شرعی حدود وقیود کو معطل کیوں کر دیا اور یہ کہہ کر کہ اس ظاہری شریعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تمام احکامِ شرعی کو نا قابلِ عمل کیوں ٹھہرا دیا؟

باطنیہ کی یہ فکر ونظر ان کے اِس باطل عقیدے کی عکاس ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ ان حضرات نے قرآن وحدیث کے ساتھ استہزاء وتمسخر اور ہوائے نفس کی اتباع کے لیے "حدثني قلبي عن ربي" کا پُر فریب نعرہ بلند کر کے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کیا ہے۔ ان اصحابِ "ذوق" نے علمِ باطن کا سہارا لے کر کتاب وسنت سے براہِ راست متصادم ومخالف عقائد وافکار اور من گھڑت اصطلاحات وضع کر کے اپنے آپ کو شریعت سے عملاً الگ تھلگ کر لیا ہے، علامہ ابن منیر فرماتے ہیں:

"جعل الباطنية هذا الحديث ذريعة إلى تصحيح باطلهم حيث اعتقدوا أن للشريعة ظاهراً وباطناً، وذلك الباطن إنما حاصله اللنحلال من الدين." (فتح الباري: ١/ ٢٨٩)

"باطنیہ نے اپنے باطل عقیدے کی صحت کے لیے اس حدیث کا سہارا لیا ہے کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ شریعت ظاہری وباطنی وجود رکھتی ہے۔ یہ باطنیت وہی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو دینِ اسلام سے آزاد کر لیا جائے۔"

علامہ موصوف نے سچ فرمایا ہے کہ باطنیت کے پس پردہ ان جاہل صوفیاء نے تمام شرعی قیود وحدود سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا ہے۔ اپنے اس باطل عقیدے کی وجہ سے ان اصحابِ خرقہ وسجادہ اور اربابِ افراط وغلو نے دینِ اسلام کے عقائد واَحکام مسخ ہی نہیں کیے بلکہ اخلاقیات کا جنازہ نکالا اور شرم وحیا کا دامن تار تار کیا۔

شریعت کی ظاہری وباطنی تقسیم کر کے ان جہلاء وحمقاء نے نہ صرف صحابہ کرام وتابعین عظام اور علماء وفقہاء کی توہین کی ہے بلکہ قرآن وحدیث کے مکمل ذخیرۂ علمی کو نا قابل عمل ٹھہرا کر تحقیر کا ارتکاب کیا ہے۔ ان صوفیاء کا عقیدہ دراصل اہل تشیع سے مشابہت رکھتا ہے جنھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایک مخصوص علم عطا کیا گیا تھا اور انھیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ اسے مخفی رکھیں۔ اس علم سے دوسرے اصحابِ رسول بے خبر تھے۔ نعوذ بالله من هذه الخرافات.

اس علمِ باطن کا سہارا لے کر اہل رفض نے کتاب وسنت ایسے علمی سرمائے کو ردّ کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی ہے۔ اہل باطل کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو علمِ باطن سے نوازا گیا۔ اس گندے وفاسد عقیدے سے محمد رسول اللہ ﷺ ایسے صادق وامین پیغمبر کی بھی توہین وتحقیر نکلتی ہے کہ نعوذ باللہ انھوں نے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس علم سے محروم رکھا، حالانکہ قرآن صاف کہتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ [المائدة: ٦٧]

"اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے ربّ کی

جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے۔‘‘

اس آیت میں وارد لفظ ﴿ما أنزل﴾ عام ہے کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ اب یہ کہنا کہ کچھ علم نبی کریم ﷺ نے صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے بے خبر رہے، یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ پر بہتان ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ومن حدثك أنه كتم فقد كذب ثم قرأت: ﴿يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك.... إلخ﴾" (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٤٨٥٥)

’’جو شخص تجھے کو یہ خبر دے کہ نبی ﷺ نے کچھ چھپا لیا تو یقیناً ایسے شخص نے جھوٹ کہا، پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی: اے رسول ﷺ! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے۔‘‘

یہ لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر بھی اتہام لگا رہے ہیں کہ انھوں نے عطا کردہ علم باطن مخفی رکھا، حالانکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا:

"هل عندكم شيء ما ليس في القرآن؟" وقال مرة: "ما ليس عند الناس؟"

’’کیا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کے علاوہ (وحی کے ذریعے سے نازل شدہ) کوئی چیز ہے؟‘‘ یا کہا: ’’(کوئی ایسی چیز) جو دوسرے لوگوں کے پاس نہ ہو؟‘‘

تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"والذي خلق الحب وبرأ النسمة! ما عندنا إلا ما في القرآن إلا فهما يعطى رجل في كتابه."

’’اس ذات کی قسم جس نے اناج اُگائے اور روح کو پیدا کیا! ہمارے پاس صرف وہی کچھ ہے جو قرآنِ مقدس میں ہے۔ البتہ قرآن کا فہم ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی کو بھی عطا فرما دے۔‘‘ (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٩٠٣)

اس سے معلوم ہوا کہ رافضی وغیرہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر بھی جھوٹ و بہتان باندھتے ہیں کہ ان کو علم باطن ملا اور انھوں نے مخفی رکھا، حالانکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ان کے خیالات وافکار کی تردید ہو رہی ہے۔

گزشتہ نگارشات سے معلوم ہوا کہ رافضیہ اور صوفیاء اس عقیدے میں اکٹھے ہی ہیں، تشابهت قلوبهم.

ان دونوں باطل فرقوں کا یہ فاسد عقیدہ غلط ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل قویہ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ شریعت کی ظاہری و باطنی تقسیم قرآن وسنت اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں ہوتی۔ جس حدیث سے صوفیاء نے علمِ ظاہر و باطن کشید کرنے کی ناکام سعی کی ہے اس سے ان کا مدعی ثابت نہیں ہوتا۔ کما هو ظاهر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وسنت پر قائم رکھے اور ان باطل گروہوں کو حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ والله ولي التوفيق

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

صوفیاء اور تصوف کے بارے میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کی رائے اور راقم کی وضاحت

(مولانا) صلاح الدین مقبول احمد

مولانا صلاح الدین مقبول احمد کا شمار ہندوستان کے مشہور علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں، محققانہ انداز میں لکھتے ہیں۔ سالہا سال سے کویت میں مقیم ہیں اور خدمتِ اسلام میں مصروف؛ وہ ما شاء اللہ نہایت باہمت عالم ہیں۔ انھوں نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں دادِ تحقیق دی ہے اور اردو کی بعض کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ میں نے اپنی ایک کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں ان کے حالات بیان کیے ہیں اور صوفیاء سے متعلق ان کے افکار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس پر انھوں نے مجھ سے اختلاف کا اظہار فرمایا ہے۔ اس باب میں ان کی جو تحریر مجھے کویت سے موصول ہوئی ہے، اس میں انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کہیں شائع کیا جائے، لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ اسے ''الاعتصام'' کے قارئین تک پہنچایا جائے۔ میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ صدیوں پیشتر کے ہندوستان میں اسلام کی جو اشاعت ہوئی، اس میں صوفیاء کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ کسی بزرگ یا نیک شخص نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اسے ''صوفی'' کہا جائے۔ لوگوں نے خود ہی انھیں صوفی کہنا شروع کر دیا۔ آیئے مولانا ممدوح کی تحریر کا مطالعہ کیجیے۔ (محمد اسحاق بھٹی)

''دبستانِ حدیث'' (۶۲۳-۶۳۴) میں راقم کا ترجمہ شاملِ اشاعت ہے۔ اس میں مولانا بھٹی صاحب نے تصوف اور صوفیاء کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور صوفیاء کو نشانۂ تنقید بنانے پر ناگواری ظاہر کی ہے۔ اس تحریر سے اپنے بزرگ کے سامنے اپنے موقف کی وضاحت مقصود ہے اور بس!

میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ مولانا بھٹی صاحب کی تحریروں کے ذریعے ''تصوف اور صوفیاء'' کے بارے میں ان کا موقف سمجھنے کا بھی موقع ملا اور ان کو بھی میری ''بعض تصانیف کے ناموں سے'' اشارہ ملا کہ میں اس مشرب کا آدمی نہیں ہوں بلکہ صوفیت کے ناقدین میں سے ہوں، فرماتے ہیں:

''بیس پچیس برس سے ہمارے بعض اصحابِ قلم نے صوفیاء پر تنقید کو اپنے لیے ضروری قرار دے رکھا ہے۔ مولانا صلاح الدین کی بعض تصانیف کے ناموں سے اشارے ملتے ہیں کہ انھوں نے بھی اپنی تحقیق کے مطابق یہ فریضہ ادا فرمایا ہے۔ میں نے ان کی کتابیں نہیں پڑھیں، اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ ان کے نزدیک ''صوفی'' کی کیا تعریف (ڈیفی نیشن) ہے۔''

اس کے بعد ''صوفی'' کی تعریف کی گئی ہے اور جماعت اہل حدیث کے کوہِ وقار و تقویٰ شعار حضرت سیّد عبداللہ غزنوی وغیرہ جیسے علماء و فضلاء کا تذکرہ کیا گیا ہے، پھر فرمایا:

''اسی طرح آج سے سیکڑوں برس قبل کے برصغیر میں بہت سے بزرگانِ دین اور صوفیائے عظام کی مساعی تبلیغ سے لاتعداد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ ان صوفیاء میں شیخ علی ہجویری اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔''

مزید فرمایا:

''ان کے قول و عمل کے بعض پہلوؤں سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے اور شرعی حدود میں رہ کر اختلاف کرنا کوئی بُری

بات نہیں بلکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کی تعلیم کو بعض لوگوں نے بگاڑ کر پیش کیا اور بگاڑ کا یہ سلسلہ بہت پُرانا ہے۔''

''بعض حضرات چمٹے بجانے اور دھونی رمانے والوں کو ''صوفی'' قرار دیتے ہیں، ان کو ''صوفی'' کہنا اس لفظ کی توہین ہے۔

بہرحال اس فقیر کا مطالعاتی اور ذاتی رابطہ ان صوفیاء سے پڑا ہے جو عالم بھی تھے اور متقی بھی۔ بحمد اللہ غلط کردار صوفیوں سے نہیں پڑا۔''

''سیکڑوں برس قبل کے برصغیر میں اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں صوفیاء کی کوششوں سے انکار کرنا بہت مشکل ہے۔''

''میرے خیال میں یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔ ہمارے علمائے کرام کو اس موضوع کی اصل کتابیں پڑھ کر ہی اظہار رائے کرنا چاہیے۔ جو چیزیں الحاقی یا غلط ہیں انھیں چھوڑ دیجیے۔لیکن بزرگوں کا ذکر احترام سے کیجیے۔''

(دبستانِ حدیث:۶۳۳-۶۳۴)

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے ؎

آنے والے کسی طوفان کا رونا رو کر
ناخدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

ہمارے لائق صد احترام بزرگ بھٹی صاحب کی صوفیاء کے بارے میں یہی تحقیق ہے۔لیکن ایک دوسرا فریق بھی ہے جس کی رائے ان کے بارے میں کچھ مختلف ہے۔

صوفیاء پر تنقید کا فریضہ بیس پچیس برس سے نہیں بلکہ علمائے ثقات نے اسی وقت سے ادا کرنا شروع کر دیا تھا جب سے ان لوگوں نے اپنے لیے یہ نام پسند کیا جس کے مشتقات کا قرآنِ کریم، جملہ کتبِ حدیث اور دواوینِ سنت میں کہیں وجود نہیں۔ تقویٰ شعاری، زہد وعبادت، صبر وتوکل، پابندیِ شریعت اور ہمدردیِ خلائق جیسے اوصافِ جمیلہ واخلاقِ جلیلہ کو صرف صوفیوں کی میراث جتانا کہاں کا انصاف ہے؟ اور ان اوصاف سے متصف علماء وفضلاء کو صوفی ہی کہنا، کہاں کی تحقیق ہے؟

اشاعتِ اِسلام اور صوفیاء کے تعلق سے دوسری رائے یہ ہے کہ تصوف کے اغراض ومقاصد میں اشاعت اسلام کا کہیں تذکرہ نہیں۔ جو لوگ ان کے کشف وکرامات سے متأثر ہو کر اسلام لائے ہیں یا جو اسلام ان حوالوں سے پھیلا ہے، اس اسلام کا حشر، صرف برصغیر ہی میں نہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں، ہمارے سامنے ہے۔

برصغیر کے تمام معروف صوفیوں کے یہاں عقیدۂ وحدت الوجود قدرِ مشترک ہے۔ ان کے قول وفعل کے بعض پہلوؤں سے نہیں بلکہ اصل وجودی وشہودی عقیدہ وفکر سے اختلاف ہے۔

بہت ممکن ہے کہ دوسروں نے بہت پہلے سے ان کی تعلیم کو بگاڑ کر پیش کیا ہو لیکن عقائدی وفکری انحراف کی ذمہ داری تو انھی پر آتی ہے۔ اس طرح شکوک وشبہات پیدا کر کے اصل ذمہ داری سے انھیں عہدہ برآ نہیں کیا جا سکتا۔

جن ثقہ مصنّفین نے پہلے یا اب صوفیاء کے بارے میں لکھا ہے انھوں نے شرعی حدود میں رہ کر شرعی نقطۂ نظر سے ان کے عقائد ونظریات کا تجزیہ کیا ہے۔ اگر فریقین کی کوئی تحریر یا تحقیق شرعی قواعد وضوابط سے دور ہو تو بحث وتحقیق کی دنیا میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ حقائق کے اظہار میں جذبات کا دخل مناسب نہیں۔

دھونی رمانے والوں کو ''صوفی'' کہنا اس لفظ کی توہین ہے لیکن تقویٰ شعاروں کو ''صوفی'' کا خطاب دینا کون سی شرعی اصطلاح ہے؟

عصر حاضر میں چار طریقوں (چشتی، سہروردی، نقشبندی اور قادری) پر بیعت لینا، اور انھیں قرآنِ کریم میں وارد (سورۂ محمد:۱۵) ''انہارِ اربعہ'' سے بہ رضا ورغبت تشبیہ دینا کون سی تفسیر ہے؟ اور ان صوفیوں نے اس بیعت کی کن شرعی حدود میں رہ کر ابتدا اور پابندی کی ہے؟

شرعی حدود کی پابندی کی شرط دونوں طرف سے ضروری ہے۔ میدانِ تحقیق میں ابتدا ہی سے رجحان بنا کر کوئی کام کیا جائے تو تحقیق متأثر ہو جائے گی۔

برصغیر میں اشاعتِ اِسلام کے سلسلے میں صوفیاء کی کوششوں کا

انکار بہت مشکل ہے لیکن ان کے کشف وکرامات سے متأثر ہوکر جو اسلام پھیلا اس کا خمیازہ برصغیر آج تک جھیل رہا ہے، ورنہ تحریک اہل حدیث یا کسی اور تحریک کی ضرورت ہی نہ محسوس ہوتی۔

مسئلہ تصوف اتنا نازک اور حساس ہے کہ ''بعض تصانیف'' کے ناموں ہی سے (بغیر ان کے مشمولات کا مطالعہ کیے ہوئے) یہ اندازہ لگا لیا جائے کہ وہ تصوف کے خلاف ہیں۔ اور دوسری طرف تصوف پر اظہار خیال کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ بغیر اصل کتابوں کے مطالعہ کے علمائے کرام صوفیوں کے بارے میں نہ کچھ کہیں اور نہ لکھیں (اس سے اپنے یک طرفہ رجحان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔) ورنہ بزرگوں کا احترام باقی نہ رہ پائے گا۔

اپنے بزرگ مولانا بھٹی صاحب کی تحریروں سے ہی میں نے صراحت ووضاحت سیکھی ہے۔ ان کی تحریروں سے یہ موقع ملا کہ اپنا بھی موقف واضح کردیا جائے۔ ان امور کا تعلق عقائد اسلام سے ہے، عواطف وجذبات سے نہیں۔

راقم نے اپنی مستقل تصانیف اور ضمنی ابواب وفصول میں قدرے تفصیل کے ساتھ برصغیر کے ان تمام صوفیوں اور ان کے عقائد وافکار اور اقوال واعمال کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے جن کے اسمائے گرامی کا تذکرہ مولانا بھٹی صاحب نے صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سو صفحات میں راقم نے اپنی کم علمی کے باوجود ان صوفیاء کے اصل مصادر ومراجع اور ان کے معتمد علیہ مؤرخین کی تحریروں ہی پر اعتماد کی کوشش کی ہے۔ صوفیاء کے ان معتمد علیہ مؤرخین نے حقائق کی روشنی میں اپنے ممدوحین کے خلاف اتنا مواد اکٹھا کردیا ہے کہ دائرۂ تصوف سے خارج مؤرخین کو ضرورت ہی نہیں کہ نعوذ باللہ اپنی طرف سے مزید مواد کا اضافہ کرکے گناہ گار بنیں۔

آخری دور میں مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے آپ کو برصغیر میں اہل استقامت صوفیاء کا وکیل بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے اثر ورسوخ کے ذریعے عالمِ اسلام (بطور خاص خلیجی ممالک) میں اہل حدیث کے خلاف تحریری شکایت کی ہے کہ یہ لوگ اپنی دعوت کے ذریعے برصغیر میں حنفی سوادِ اعظم کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنی غیر مقلدانہ روش سے معاشرے میں اختلاف کے بیج بوتے ہیں۔ یہ اتحادِ امت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں، اس لیے ان کے ساتھ تعاون کسی بھی حال میں مناسب نہیں۔

راقم نے مولانا ندوی کی اس تحریر کے پیش نظر بہ عنوان ''كلمة التوحيد أساس توحيد الكلمة'' مضمون لکھا جو عربی جرائد ومجلّات میں شائع ہوا اور احباب نے اس کا فوٹو کروا کے تمام اہم اداروں کے ذمہ داروں تک پہنچایا۔

''مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات'' کے بعد عرض یہ ہے کہ مولانا علی میاں ندوی اور ان کے والد گرامی ہی کی تحریروں میں برصغیر کے ان صوفیاء کے تراجم وتذکرے ملاحظہ کیے جائیں تو راقم جیسے ایک ادنی طالب علم کو بھی اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان میں کشف وکرامت، ریاضات ومجاہدات، مراقبات ومکاشفات، قبروں پر اعتکاف، وادی اور جنگل میں سیاحت، گوشہ نشینی، جمعہ اور جماعات کا ترک، عقیدہ وحدت الوجود اور سماع اور رقص وسرود وغیرہ ہی جیسے اوصاف واَخلاق کو مابہ الامتیاز صفات کے طور پر پیش کیا ہے۔

قاضی حمید الدین ناگوری، خواجہ نظام الدین اولیاء اور فخر الدین دہلوی کو ان کے طرزِ عمل کی روشنی میں اسی وقت کے علماء اور قضاۃ نے ضلالت وگمراہی اور فسق وبدعت کی طرف منسوب کیا اور ناگوری کو جلا وطنی کی سزا دی۔

ایک طرف تصوف کے معتمد علیہ مؤرخین اپنی کتابوں میں ان کے مذکورہ بالا اقوال واعمال کو ان کی خصوصیات وامتیازات کے سیاق میں پیش کریں اور دوسری طرف انھیں عقیدۂ صحیحہ، اتباعِ کتاب وسنت، دعوت الی اللہ اور فنا فی الشریعہ کے اعزاز سے بھی نوازیں۔ راقم کا ذہن اس تضاد بیانی کے استیعاب سے قاصر ہے۔

دہلی، اجمیر اور لاہور وغیرہ کے درباروں میں ان صوفیاء کے حوالے سے اسلام کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے ان کا اس سے مکمل طور پر عہدہ برآ ہونا محتاجِ بحث وتحقیق ہے۔ چور دروازے ان صوفیاء کے

عقائد واعمال نے اپنے زمانے ہی میں کھولے ہیں، اس لیے ان کی تعلیم کو بگاڑ کر پیش کرنے والوں ہی پر مکمل ذمہ داری ڈالنی خلافِ انصاف ہے ۔

ألـقـانـي فـي اليم مكتوفا و قال لي
إيــاك إيــاك أن تبتل بــالــمــاء

''ہاتھوں کو باندھ کر مجھے دریا میں پھینک دیا اور کہا کہ بھیگنا نہیں ہے۔''

اہل تصوف سے اختلاف ان کے ان ظاہری اقوال واعمال کی بنا ہی پر نہیں بلکہ صحیح عقیدے کی بنا پر ہے کیوں کہ مرجع معصوم (کتاب وسنت) سے کما حقہ انھوں نے استفادہ ہی نہیں کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ماحول میں ایسے لوگوں کی کثرت نہ ہوتی اور انھیں "سادات الأنام، مشائخ الإسلام، أهل التوحيد والتحقيق وأفضل أهل الطريق" کا خطاب نہ دیا جاتا تو ان کے اقوال کے بطلان اور ان کی گمراہیوں کی وضاحت کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔''

(فتاویٰ: ۲/۳۵۷، ۳۵۸)

راقم خود بے عمل اور خطا کار ہے، صحیح احادیث ہی پر عمل نہیں ہو پاتا تو پھر صوفیاء کی طرح ضعیف اور موضوع روایات کو کہاں تک ڈھوتا پھرے گا۔ پھر استدلال کے باب میں علمائے محققین کے یہاں تفریق مرجوح ہے۔

راقم کی یہ عادت نہیں کہ بلا وجہ کسی کی خصوصیات میں مداخلت کرے لیکن جہاں اپنے عقیدہ وفکر ہی کو نشانہ بنایا جائے تو اس کی وضاحت کو واجب الواجبات سمجھتا ہے، اور یہ موقف اپنے بزرگ بھٹی صاحب کی تحریروں میں جا بجا موجود ہے جس سے دعوتی زندگی میں راقم نے فائدہ اُٹھایا ہے۔

چونکہ مولانا بھٹی صاحب نے یہ موضوع ''دبستانِ حدیث'' میں خود ہی چھیڑا تھا اس لیے ع

''خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے''

کے بیان سے اس کی وضاحت راقم نے ضروری سمجھی۔ اگر کوئی اپنے لیے جملے کا حق محفوظ رکھتا ہے تو کم از کم دوسرے کے لیے اس کو دفاع کا حق بھی تسلیم کرنا چاہیے، ورنہ نا انصافی ہوگی۔

راقم نے بھٹی صاحب کی تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا، اس لیے جذبہ شکر گزاری کے طور پر ان کا تذکرہ ان کے احسانات کے باب میں کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔



مولانا حافظ محمد یوسف (کھائی ہٹھاڑ۔قصور) کا انتقال

مولانا حافظ محمد یوسف صاحب (کھائی ہٹھاڑ، ضلع قصور) طویل عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۳/ جون ۲۰۱۲ء ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات وفات پا گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم کی عمر ۷۵ برس تھی۔ تبلیغ وتدریس مسلک اہل حدیث ان کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ حضرت حافظ محمد یحییٰ صاحب میر محمدی اور حضرت مولانا محمد یحییٰ شرق پوری رحمہما اللہ کے یہ ساتھی تھے۔ اپنے علاقے اور علاقے کے باہر ان کی اشاعت وتبلیغ مسلک کی بڑی خدمات ہیں۔ موصوف اپنے علاقے کی معروف شخصیت تھے۔

ان کی نماز جنازہ ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد یونس صاحب نے پڑھائی۔ سیکڑوں احباب جنازے میں شریک ہوئے۔

مرحوم نے پس ماندگان میں چار بیٹے: حافظ محمد عباس، ڈاکٹر محمد الیاس، عثمان غنی، ہارون رشید چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت مرحوم کی مغفرت وبلندیِ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ ادارہ الاعتصام لواحقین کے غم میں شریک ہے۔ (ادارہ)

تذکارِ سلف

قیمتی لمحات

(مولانا) ابوبکر صدیق السّلفی

بندۂ عاجز راقم الحروف کا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے بچپن ہی سے مسجد اور علماء سے تعلق رہا ہے۔ ہمارا گھرانہ کوئی علمی گھرانہ تو نہ تھا، البتہ والد مرحوم نمازی تھے اور بڑے بھائی بھی مسجد میں جایا کرتے تھے۔ میں کبھی بھائیوں کے ساتھ اور کبھی اکیلا ہی مسجد میں پہنچ جاتا۔ ہمارا گاؤں کرمہ آبادی کے لحاظ سے آس پڑوس کے دیگر دیہاتوں سے بڑا تھا۔ گاؤں کی مسجد کے امام مولانا شمس الدین مرحوم عالم اور طبیب تھے۔ ان کے تعلق سے اور عوام میں تبلیغِ دین کے جذبے کے تحت علمائے کرام ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے، مثلاً: مولوی شہاب الدین زیروی مرحوم، مولوی میر محمد بھانبڑوی اور دیگر علماء کئی کئی روز قیام کرتے۔ لوگ ان کے وعظ کو دلچسپی سے سنتے۔ ان علماء میں لکھوی برادران بھی تھے: مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہما اللہ۔ یہ اس وقت بیس بائیس سال کے بالکل نوجوان تھے۔

ایک دفعہ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ نے جمعۃ المبارک ہمارے گاؤں میں پڑھایا۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد آپ کی مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ غالباً میں اس وقت سکول کی چوتھی جماعت کا طالب علم تھا۔ اس زمانے میں بجلی نہ تھی، دستی پنکھوں کا رواج تھا۔ میں مولانا محی الدین لکھوی مرحوم کو دستی پنکھے سے ہوا دے رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جب عقیدت مند لوگ چلے گئے میں برابر دستی پنکھے سے ہوا دیتا رہا۔ میں نے کالر والی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ مجھے فرمانے لگے: یہ کالر تو ٹھیک نہیں، اس کے بغیر قمیص صحیح ہے۔ میں بڑا شرمندہ ہوا۔ ایک ہاتھ سے دونوں کالر پکڑے رکھے اور دوسرے ہاتھ سے پنکھا جھلتا رہا۔ جب فارغ ہوکر گھر گیا تو میں نے والدہ ماجدہ سے قینچی مانگی۔ ان کے پوچھنے پر میں نے کہا: میں اپنی قمیص کے کالر کترنا چاہتا ہوں، یہ جائز نہیں ہیں۔ والدہ مرحومہ نے فرمایا: آئندہ قمیص میں کالر نہ لگوانا، انھیں رہنے دو مگر میں نہ مانا۔ قینچی سے کالر کتر ڈالے اور طبیعت میں سکون آ گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۳۴،۳۵ء کا ہے۔

۱۹۵۰ء میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام (جس کا پہلا نام المدرسۃ الغزنویۃ السلفیۃ تھا) میں مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے صحیح بخاری شریف پڑھ کر سیّد داود غزنوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے سند وصول کی۔ انھی دنوں مسجد قدس چوک دالگراں لاہور میں مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا: فی الحال بخاری شریف پڑھ کر فارغ ہوا ہوں۔ فرمانے لگے: اب بخاری شریف مجھ سے پڑھو، اس وقت ان کا غالباً اشارہ یہ تھا کہ علم کے ساتھ ساتھ تمھاری تربیت بھی کروں گا۔

پنجاب اسمبلی کے پاکستان میں پہلے الیکشن میں آپ قصور کے علاقے سے ایم پی اے منتخب ہوئے۔ پہلا اجلاس اسمبلی کا ہو رہا تھا لیکن آپ تبلیغی دورے پر تھے۔ مولانا سیّد محمد داود غزنوی رحمہ اللہ نے بڑی کوشش اور تگ ودو کے بعد آپ کو ڈھونڈ نکالا۔ آپ کے کپڑے گردآلود تھے۔ کہیں سے کپڑے منگوائے تاکہ آپ پہن کر اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کریں۔ ان دنوں دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور کی بلڈنگ کے ایک کمرے میں میری رہائش تھی۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے: مجھے مشورہ دو میں اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوں یا نہ؟ میں نے عرض کیا: لوگوں نے آپ کو اپنا نمائندہ چنا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس

نمائندگی کے مسئول ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کو تو میں جواب دے لوں گا۔ اسمبلی کے اجلاس میں شریک لوگوں سے میری طبیعت نفور ہے۔ میرا دل کرتا ہے جنگل کی طرف بھاگ جاؤں۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جون ۵۴ء سے مسجد نجم اہل حدیث احاطہ تھانیدار لاہور کی امامت اور دیگر امور کی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔

ایک دفعہ میں بچوں کو دعا یاد کرا رہا تھا میں نے کہا:

"لا ملجأ ولا منجأ إلا إليك."

مولانا محی الدین لکھوی پاس تشریف فرما تھے، فرمانے لگے: بھائی! درست اس طرح ہے:

"لا ملجأ ولا منجأ منك إلا إليك."

"منك" کی غلطی نکالی۔

میں ترجمہ قرآن پڑھا رہا تھا اور آپ بھی پاس تشریف رکھتے تھے۔ ﴿وان یأتوا من فورهم هذا﴾ میں ﴿فور﴾ کا ترجمہ فوراً کیا۔ مولانا فرمانے لگے: نہیں، ﴿فور﴾ کا معنی یہاں جوش ہے، یعنی اگر وہ اسی جوش میں آئیں تو ان کی نصرت میں پانچ ہزار فرشتے آئیں گے۔

جامع مسجد نجم میں ان کا آنا جانا رہتا تھا۔ میرے نام بعض اداروں کی امداد کے لیے سفارشی رقع بھیجتے تھے۔ ایک خط لکھا کہ تبلیغی دورے کے لیے گاڑی کی ضرورت ہے، اگر آپ کے مقتدی یہ مسئلہ حل کرسکیں تو بہتر ہوگا۔ میں ان کی فرمائش پوری نہ کرسکا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کہیں اور سے گاڑی مہیا فرما دی اور اس طرح یہ نیکی ان کے حصے میں آئی۔

میں مولانا رحمہ اللہ کا بے حد ممنون ہوں اگرچہ میں باقاعدہ شاگرد تو نہ ہوا لیکن جو انھوں نے میری اصلاح فرمائی وہ استاد ہی کی شان کی تھی۔ میں ان کا بے مایہ شاگرد ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے اور ہمیں بھی نیکی پر درست سمت بخشے، آمین۔

مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے ساتھ میرا ایک اور تعلق بھی تھا، وہ میرے محترم ومکرم استاد مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہمارے گاؤں میں لوئر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ نہایت پارسا اور حُسنِ اخلاق کے پیکر تھے۔ طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی بہتر تربیت بھی فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے بچپن میں فیض پایا۔ میرے استاد مرحوم کے نواسے اور مولانا محی الدین لکھوی کے بیٹے ڈاکٹر محمد حماد لکھوی اور حمود لکھوی اور دیگر برادران اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پرہیزگار ہیں۔ میرے ان سے مخلصانہ تعلقات ہیں۔ میرے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ انھیں میرے استاد کی شاگردی کا پاکیزہ احساس ہے۔ ان میں اپنے باپ کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ انھیں دین ودنیا کی حسنات سے نوازے۔ زندگی بھر مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ سے عقیدت مندانہ تعلق رہا تاآنکہ آپ کے جنازے میں اپنے مہربان دوست عمران حمید مرزا رحمہ اللہ، جو ایک مخلص ساتھی تھے، کے ہم راہ شرکت کی سعادت ملی۔ زندگی کا تعلق تو ختم ہوا، جو فیض میں نے ان سے پایا وہ مجھے ان کی یاد دلاتا رہتا ہے۔ اور دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اعلیٰ علیین میں بلند مقام پر سرفراز فرمائے اور مجھ گناہ گار کے گناہ معاف فرمائے، آمین یا ربّ العالمین۔



سیرت وسوانح

شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ بھٹوی

قاری محمد طیب بھٹوی

حافظ محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث حافظ محمد ابوالقاسم بھٹوی کی خالہ زاد ہمشیرہ کے پوتے تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد خلیل تھا۔ آپ چک نمبر ۲۸-L1، قصبہ شیر گڑھ سے چار میل دور ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ آبائی گاؤں بھٹہ محبت میں چار کلاس کا سکول تھا جو اس وقت پرائمری کہلاتا تھا۔ وہاں سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۲ سال کی عمر میں والد صاحب نے جھجھ کلاں میں موجود عالم دین حافظ نور محمد صاحب کے پاس حفظ کے لیے داخل کرا دیا۔ حافظ نور محمد صاحب موصوف آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے مگر نورِ بصیرت سے حظ وافر پایا تھا۔

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اور مستجاب الدعوات تھے۔ عقیدت مندوں کے ہاں جہاں کہیں جاتے شاگردوں کو ساتھ لے جاتے اور سبق منزل میں ہرگز ناغہ نہ کرتے۔ تقریباً دو اڑھائی سال میں محمد عبداللہ نے قرآنِ پاک حفظ کرلیا اور استادِ محترم نے ۱۵ سال کے شاگرد سے پہلا مصلّیٰ (نماز تراویح میں) اپنی جگہ پر سنا۔

درسِ نظامی کے لیے دارالعلوم ڈھلیانہ براستہ رینالہ خورد میں داخل کرا دیا گیا مگر کھانے کا انتظام بہتر نہ ہونے کی وجہ سے چھ ماہ بعد واپس گھر آ گئے اور پھر دوبارہ حافظ نور محمد صاحب کے پاس جھجھ کلاں میں داخل کرا دیا گیا اور ابتدائی کتابیں اور ترجمہ قرآنِ پاک انھی سے پڑھا۔ دو سال کے بعد جامعہ محمدیہ اوکاڑا میں داخل ہوگئے۔ احادیث وفنون کی آخری کتابیں پڑھ کر آخری امتحان جماعتی پالیسی کے مطابق جامعہ سلفیہ فیصل آباد (جو اس وقت پہلے سال جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار میں تھا) میں دیا۔

تدریس:

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد قصبہ کنگن پور ضلع قصور کے مدرسہ محمدیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ تین سال بعد چھوڑ کر گھر آ گئے اور دکان شروع کردی۔ ۱۹۶۶ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حکم پر جامعہ تدریس القرآن اہل حدیث جامع مسجد روڈ راولپنڈی میں مولانا حافظ محمد اسماعیل رحمہ اللہ ذبیح کے پاس بہ طور مدرس تشریف لے گئے اور سات سال وہاں پڑھاتے رہے۔ اسلام آباد اس وقت آباد ہو رہا تھا۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کی بنیادیں رکھی گئی تھیں۔ حضرت حافظ اسماعیل ذبیح کے حکم پر کچھ عرصہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے چینیاں والی جامع مسجد میں درس نظامی کا سلسلہ شروع کیا تو وہ حافظ صاحب کو چینیاں والی میں بہ طور مدرس لے آئے۔ اور تقریباً ۹ سال وہاں پڑھایا۔ ملتان میں سات سال اور مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کے مدرسے میں (چک نمبر ۲۶ ساہیوال) پانچ سال پڑھاتے رہے۔ اور جامعہ لاہور الاسلامیہ (جامعہ رحمانیہ) میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ وفات سے تقریباً ۱۴، ۱۵ سال قبل صحت خراب ہوگئی۔ شوگر کے ساتھ بینائی بھی کمزور ہوگئی اور پھر گھر بیٹھ گئے۔

خدماتِ دین:

تدریس کے ساتھ ساتھ، حجرہ چونیاں روڈ پر عبداللہ شوگر مل کے ساتھ نئی آبادی دھول (پکی سڑک) پر جگہ کسی سے لے کر مسجد کی بنیاد رکھی تو بریلوی حضرات نے زبردستی قبضہ کرلیا۔ دوبارہ محنت کر کے شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق حسینوی کے ہاں ایک کنال جگہ برلب سڑک تھی ان سے قیمتاً خرید کر مسجد کی بنیاد رکھی اور پھر دوڑ دھوپ کر کے مسجد کی تعمیر کروائی۔ اور نمازیں، جمعہ کا خطبہ وغیرہ کا بندوبست کیا۔ اور آج وہاں ان کے

بڑے بیٹے مولانا محمد ارشد فاضل مدینہ یونیورسٹی کام کررہے ہیں۔ بچوں اور بچیوں کے الگ الگ مقامی سطح پر مدرسے چل رہے ہیں۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی چک نمبر۸ گوہڑ پتوکی ضلع قصور میں ہوئی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی صاحب اور مولانا عبداللہ مشتاق صاحب آف ماموں کانجن آپ کے ہم زلف ہیں۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے محمد ارشد فاضل مدینہ یونیورسٹی اور مقامی مسجد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اساتذۂ کرام:

حافظ نور محمد صاحب آف جھجھ کلاں ضلع اوکاڑا، شیخ الحدیث حافظ محمد ابوالقاسم بھٹوی، شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ بڈھی مالوی، مولانا عنایت اللہ آف میاں چنوں، مولانا جمال الدین بہاول پوری۔

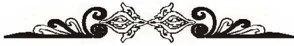
شاگردانِ رشید:

مولانا محمد رمضان سلفی (شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ لاہور)، مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، مولانا محمد یونس بٹ، مولانا یاسین ظفر آف جامعہ سلفیہ فیصل آباد، مولانا محمد خان نجیب شہید۔

وفات:

مئی کے شروع میں شوگر زیادہ تیز ہوگئی۔ چلنے پھرنے سے لاچار ہوگئے۔ ۸/مئی ۲۰۱۲ء کو ۲ بجے وقت موعود آپہنچا اور اپنے گھر میں ہی مالک حقیقی سے جاملے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مغرب کے بعد ۷:۳۰ بجے عبداللہ شوگر مل کے سامنے قبرستان میں حافظ عبدالسلام بھٹوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وقت کی قلت کے باوجود بہت بڑا جنازہ ہوا جس میں علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ جن میں مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید ہزاروی، میاں محمد جمیل، مولانا محمد ابراہیم خلیل آف حجرہ شاہ مقیم وغیرہم کے علاوہ علماء کی ایک جماعت شامل تھی۔



فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۸۴ مولانا محمد سعید بنارسی

س۴۷ع عمارۃ المساجد بہدم اساس جامع الشواہد، ص:۲۴۔ مطبع گلزار، بنارس۔

۲۔ ستارۂ محمدی وفوارہ احمدی، مولوی محی الدین لاہوری، ص:۲۴۔ مطبع صدیقی، لاہور۔

۳۔ شہاب ثاقب، مولانا عبید اللہ محدث، ص:۲۴۔ مطبع صدیقی، لاہور۔

۴۔ فضیلۃ العلم لرفع البہتانِ العظیم، ص:۹۲۔

۵۔ مسائل ضروریہ، ص:۲۴۔ مطبع شوکت المطابع شحنہ ہند پریس۔

۶۔ نقل فتویٰ شاہ عبدالعزیز (سورۂ فاتحہ)، ص:۴۔

۷۔ فتویٰ مولود وعرس وغیرہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، ص:۸۔ مطبع خاص ہاشمی۔

۸۔ سوالات علمائے دین سے، عبدالوہاب، ص:۱۶۔

۹۔ صحیفۂ حق وغیرہ، مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب، ص: ۱۶۔ مطبع انصاری، دہلی۔

۱۰۔ الکلام المبین فی بیان التجہیز والتکفین، مولانا رحمت علی، ص:۶۳۔ مطبع احمدی، لاہور۔

۱۱۔ تحقیق المسنہ، مولانا عبدالجلیل سامرودی، ص:۲۴۔ جید پریس، دہلی۔

۱۲۔ المرشد والامام، مولوی حافظ عبداللہ امرتسری، ص: ۱۶۔ مدرسہ اہل حدیث روپڑی، ضلع انبالہ، پنجاب۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ممتاز احمد صاحب

م۱۸ع عقائد باطلہ کی تردید، ص:۱۰۱۔ مکتبۃ التوحید، غفار منزل، دہلی۔

۲۹۷ء۴۸ سیّد میرزا ملک پور

س۹۵م مناظرہ لالہ موسیٰ مابین مولوی احمد دین ومولوی عبدالغفور، ص:۳۶۔ صوفی احمد دین صاحب منڈی بہاء الدین، گجرات۔ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

۲۹۷ء۴۸ سجاد جان (مجموعہ ۳ کتب)

س۳۱م مولانا مودودی ہی مجرم کیوں؟ ص: ۶۴۔ فردوس پبلی کیشنز، دہلی۔ طبع دوم: ۱۹۸۰ء

۲۔ جماعت اسلامی کے دین کا خلاصہ، صوفی نذیر احمد کاشمیری، ص: ۱۲۸۔ اسلامک پبلی کیشنز، کشمیر۔

۳۔ جماعت اسلامی اوراس کے بانی کے متعلق علمائے امت سے استفسار، حکیم ابوالحسن عبید اللہ خان صاحب، ص:۲۴۔

۲۹۷ء۴۸ سرفراز احمد

س۴۹و واتقوا اللہ (حصہ سوم)، ص:۲۷۔ مسجد توحید، کھوکھراپار، کراچی۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا محمد سعید بنارسی

س۳۸۷ھ ہدایۃ المرتاب برد ما فی کشف الحجاب، ص: ۱۵۶۔ مطبع پبلک اومینن، ہند۔

۲۹۷ء۴۸ شیر محمد

ش۵۸آ آئینہ تسکین الصدور، ص: ۲۵۶۔ شعبہ نشر واشاعت، جامعہ صدیقیہ، جھنگ صدر۔ ۷/جولائی ۱۹۸۶ء

٢٩٧ء٤٨ سیّد وقار علی شاہ
ش٢٢ت تحقیق مزید جماعت التکفیر، ص: ٢١٦۔ دھونا پتی بازار، کریم پورہ، پشاور پاکستان۔ ١٩٩٦ء-١٤١٧ھ
٢٩٧ء٤٨ سیّد وقار علی شاہ
ش٢٢ج جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر، ص: ٨٠۔ دھونا پتی بازار، کریم پورہ، پشاور۔ ١٩٩٥ء-١٤١٦ھ
٢٩٧ء٤٨ الحاج مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
ش ٥٨ د درسِ توحید، ص: ٥٢۔ مدینہ پبلشنگ، ایم اے جناح، کراچی۔
٢٩٧ء٤٨ ابومحمد شکیل احمد میرٹھی
ش ٦٣٠٧ ت تبلیغی جماعت کا نصاب، قرآن وسنت کی کسوٹی پر، ص: ٤٨۔ المعہد الاسلامی السّلفی، رچھا بریلی، یوپی۔
٢٩٧ء٤٨ شعبہ تحقیقات علمیہ ودراسات سلفیہ مرکز ابن عباس، کراچی۔
ت تبلیغی جماعت کی حقیقت؛ سلفی علمائے اہل السنہ کے فتاویٰ، ص: ١٢۔ مکتبۃ الفرقان، کراچی۔
٢٩٧ء٤٨ محمد شفیع صاحب اعظمی (مجموعہ ٥ کتب)
ش ٥٨ د دیو بندی خطبہ صدارت پر تبصرہ، ص: ٦٣۔ محمدی اکیڈمی، ناشران اسلامی کتب، منڈی بہاء الدین۔ ١٩٨٣ء
٢۔ فتاویٰ علمائے حدیث، افتخار احمد چٹھہ، ص: ٤٠۔ قاری محمد اقبال ربانی، محلّہ بجلی گھر، سیالکوٹ۔
٣۔ شمع توحید، صوفی احمد الدین حنیف، ص: ٨٤۔ محمدی اکیڈمی، منڈی بہاء الدین، گجرات۔ ١٩٨٢ء-١٤٠٢ھ
٤۔ اہل حدیث ناجیہ، میاں شیر محمد صاحب، ص: ٤٠۔
٥۔ بجلی آسمانی برملاں ملتانی، انور گرجاکھی، ص: ٦٢۔ جمعیت شبان اہل حدیث، منڈی بہاء الدین۔
٢٩٧ء٤٨ مولانا محمد شاہ پنجابی
ش ٢٦٨ م مدار الحق فی ردّ معیار الحق

٢۔ عروۃ الوثقی
٣۔ اعتراضات اہل السنۃ علی مسائل اہل البدعۃ، ص: ٦٨٨۔ جمعیت اہل سنت، لاہور۔ ١٩٩١ء-١٤١١ھ
٢٩٧ء٤٨ ابوالمنہال شاغف بہاری کراچی
ش١٤٤ص صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت، ص: ١٨٢۔ ادارہ احیاء السنۃ، گرجاکھ، گوجرانوالہ۔
٢٩٧ء٤٨ مولانا شبیر احمد
ش ٣٥ ھ ہدیۂ سنیہ، ص: ٣٢۔ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند۔
٢٩٧ء٤٨ مولانا محمد سرفراز خان صفدر
ص ١٧ ل اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب، ص: ٢٤١۔ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ ٩/ نومبر ١٩٢٥ء۔
٢٩٧ء٤٨ محمد صفدر عثمانی
ص ١٧ ل احسن الابحاث بجواب عمدۃ الاثاث، ص: ٨٠۔ ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہل حدیث، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ۔ ٢٠٠٤ء
٢٩٧ء٤٨ محمد سرفراز خان صفدر
ص ١٧ ت تبرید النواظر فی تحقیق حاظر وناظر، ص: ١١٢۔ ایف ڈبلیو اینڈ کمپنی پریس، لاہور۔ ١٣٦٨-١٩٤٩ء۔
٢٩٧ء٤٨ مولوی شہود الحق صاحب عظیم آبادی (مجموعہ ٢ کتب)
ش٨٢٢ب بالبحر الزخار لازہاق صاحب الانتصار، ص: ٢٣٣۔ مطبع فاروقی، دہلی۔
٢۔ تلخیص الانظار فیما بنی علیہ الانتصار، مولوی ارشاد حسین۔
٢٩٧ء٤٨ مولانا محمد سرفراز خان صفدر
ص ١٧ ک الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی، ص: ١٦٤۔ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ دسمبر ١٩٨٠ء
٢٩٧ء٤٨ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ص ۱۷ ت تفریح الخواطر فی ردّ تنویر الخواطر، ص: ۷۶۔ ۳۔ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ ۱۹۷۷ء

۲۹۷ء ۴۸ مولانا صغیر احمد بہاری

ص ۶۷۵ص صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت، ص: ۳۲۲۔ اہل حدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ، کراچی۔

۲۹۷ء ۴۸ حافظ ثناء اللہ ضیاء

ض ۵۳ص الصاعقۃ الالٰہ علی من احدث فی دین المصطفیٰ بجواب آئینہ اہل حدیث، ص: ۳۲۔ جامع مسجد اہل حدیث، ڈرگ کالونی، کراچی۔

۲۹۷ء ۴۸ قاری محمد طیب

ط ۹۱ ا ایک قرآن، ص: ۱۲۶۔ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ ۱۴۰۶ھ

۲۹۷ء ۴۸ سیّد طالب الرحمٰن

ط ۳۱ ب بریلوی، دیوبندی اصل میں دونوں ایک ہیں، ص: ۳۱۔ ادارہ احیاء السنۃ، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء ۴۸ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

ع ۵۳ ا ایمان خالص، پہلی قسط: گھر کے چراغ، ص: ۱۲۸۔ محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، کراچی۔

۲۹۷ء ۴۸ عبداللہ بہاولپوری

ع ۵۸ ا اہل سنت اور مسنون تراویح، ص: ۶۴۔ سلفیہ رائزنگ انجینئرنگ یونیورسٹی۔

۲۹۷ء ۴۸ حضرت شاہ عبدالعزیز (مجموعہ ۳ کتب)

ع ۴۱ ا افضلیت شیخین، ص: ۵۶۔ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ مارچ ۱۹۶۵ء

۲۔ حادثہ کربلا کا حقیقی پس منظر، بشیر الرحمٰن صدیقی، ص: ۸۰۔ ادارۃ العثمانیہ، گوجرانوالہ۔

۳۔ شیعہ سنی اتحاد، سیّد محبّ الدین خطیب، مترجم: ہدایت اللہ ندوی، ص: ۶۴۔ جامعہ محمدیہ، اوکاڑا۔ ۱۹۶۲ء

۲۹۷ء ۴۸ حافظ عبداللہ محدث غازی پوری

ع ۵۸ ا ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان، ص: ۱۳۴۔ مکتبہ دار الحدیث، راجووال۔ ۱۹۸۲ء

۲۹۷ء ۴۸ مولانا عبدالرحمٰن

ع ۳۴ ا اہل حدیث کے مرشد، محبوب خدا ﷺ، ص: ۱۷۶۔ مرکزی ادارہ اشاعۃ السنۃ النبویۃ، فیصل آباد۔

۲۹۷ء ۴۸ مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب

ع ۳۸ ا ایک دین اور چار مذہب، ص: ۵۶۔ اہل حدیث یوتھ فورس، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء ۴۸ مولانا محمد عبدالجبار عمر پوری

ع ۲۷ ا البراهين القاطعة في رد الأنوار الساطعة، ص: ۸۷۔ دار الخلد، لاہور۔ ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء

۲۹۷ء ۴۸ ابوحفص صاحب عثمانی

ع ۶۳ ا إزالة الأوهام عن الفاتحة خلف الإمام، ص: ۶۰۔ ابوحفص عثمانی، ڈیرہ غازی خان۔ ۵/اکتوبر ۱۹۶۹ء

۲۹۷ء ۴۸ علامہ محمد حسن ملہی

ع ۹۲ ا أحسن التحرير على أخبث التقرير، ص: ۸۰۔ ادارہ غوثیہ رضویہ، لاہور، پاکستان۔

۲۹۷ء ۴۸ عبدالاحد خانپوری

ع ۲۴۲ ا إقامة البرهان على بطلان التبيان، ص: ۴۰۰۔ مطبع شریف پریس، راولپنڈی۔ ۱۳۲۷ھ

۲۹۷ء ۴۸ عبدالحق غزنوی

ع ۲۸ ا الاربعین، ص: ۳۴۔ مطبع القرآن والسنۃ، امرتسر۔

۲۹۷ء ۴۸ حافظ عبدالقدوس خان قارن

ع ۴۸ ب بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں، ص: ۲۴۔ عمر اکادمی، گوجرانوالہ۔ نومبر ۲۰۰۱ء

۲۹۷/۴۸ء ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی

ع ۶۳ ب بریلوی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ بجواب تحقیق محاسبہ، حصہ دوم، ص:۸۰۔ ادارہ تحقیقات عثمانیہ، اہل حدیث، گوجرانوالہ۔

۲۹۷/۴۸ء مولانا عامر عثمانی

ع ۲۰۷ ب برہان قاطع، ص: ۱۴۴۔ مکتبہ ادارہ علم وادب، حیدر آباد۔ طبع اول: ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء

۲۹۷/۴۸ء عبدالاحد خانپوری (مجموعہ ۴ کتب)

ع ۲۴۲ ب البیان والاغاثہ فی جواب الاستفسارات والاستغاثہ، ص: ۳۶۔ راولپنڈی، پریس۔

۲۔ اقامۃ البرہان علی بطلان التبیان، ص: ۴۰۰۔ عبدالاحد خانپوری۔ مطبع شریف پریس، راولپنڈی۔ ۱۳۲۷ھ

۳۔ القول المحمود فی رد جواز السود، الحاج مولوی محمد بشیر، ص:۱۶۔ مطبع انصاری، دہلی۔

۴۔ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر مع شرح شرحہ استجلاء البصر من شرح نخبۃ الفکر۔ ابومحمد عبدالعزیز بن مولانا عبدالسلام عثمانی، ص:۲۶۴۔ مطبع مفید عام، لاہور۔

۲۹۷/۴۸ء عنایت اللہ اثری (مجموعہ ۱۰ کتب)

ع ۹۶ ت تحقیق الحق بتمحیق المختلق ، ص:۳۶۔ محمد اسلم ہمشیرہ زاد مصنف، دی ایلمونیم فیکٹری، گوجرانوالہ۔

۲۔ احقاق الحق باماحق المختلق، عنایت اللہ اثری، ص: ۴۰۴۔ سکینہ بی بی ہمشیرہ مصنف، گوجرانوالہ۔

۳۔ ایقاظ الیام لقراء الفاتحہ خلف الامام، عنایت اللہ اثری، ص: ۱۸۔ جمیل پرفیومری ورکس رجسٹرڈ، بازار کلاں راولپنڈی۔

۴۔ الاتعاظ بمافی الاستفتاء الایقاظ، ص:۱۶۔ عنایت اللہ اثری، جمیل پرفیومری ورکس، راولپنڈی۔

۵۔ زینۃ الصلاۃ برفع الایدی فی اثناء الصلاۃ، عنایت اللہ اثری، ص: ۳۶۔ ایم نجیب اللہ خان صاحب، ریلوے ڈویژنل اکاؤنٹس آفس، راولپنڈی۔

۶۔ القول المحمود فی صلاۃ ابن مسعود، ص:۸۔ ایم نجیب اللہ خان، راولپنڈی۔

۷۔ لواء الاسلام لمکارم الاسلام، عنایت اللہ صاحب، ص:۵۶۔ فرید بوٹ ہاؤس، گجرات۔ باردوم ۱۹۶۱ء

۸۔ صحیفۃ المتقی الی خلیفۃ المثنی، ص:۴۰۔ عنایت اللہ اثری، دارالحدیث، گجرات۔ مئی ۱۹۶۳ء

۹۔ بریلوی اہل علم سے دردمندانہ گزارش، ملک عبدالشکور خان ٹوانہ، آبادی حاکم رائے، گوجرانوالہ۔

۱۰۔ کتاب لاجواب فی ایصال ثواب بارواح الاحباب، ص: ۸۰۔ عبدالرحمٰن، اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور۔

۲۹۷/۴۸ء مولوی عبدالحکیم دہرام کوٹی

ع ۲۹ ت تدقیق فی اثبات بیعۃ الحقہ وشرح صدور الالہام، ص:۸۸۔ مطبع گلزار محمدی، لاہور۔

۲۹۷/۴۸ء ابوالفتح عبدالنصیر (مجموعہ ۷ کتب)

ع ۵۳۹ ت تبصرۃ الناقد برد کید الحاسد، ص: ۵۰۸۔ مطبع فاروقی، دہلی

۲۔ فئوس الکملۃ علی رؤوس الجھلۃ ، مولانا الٰہی بخش، ص:۶۴۔ مطبع چشمہ فیض۔

۳۔ جواب جلاء البصر ، مولانا الٰہی بخش۔

۴۔ فرید کوٹ میں سنی ووہابی مولویوں کا مناظرہ، ص:۱۰۴۔

۵۔ نواب صاحب اوران کی بابرکت تالیفات، ص:۹۷

۶۔ القول المسدد فی جواب وصی احمد، ص:۱۰۷۔

۷۔ ضمیمہ فئوس الکملۃ ، ص:۱۳۵۔

۲۹۷/۴۸ء مولانا حافظ عبداللہ صاحب

ع ۵۸ ت تعریفات اہل سنت، ص: ۴۰۸

اصحاب النبی ﷺ

اقرارِ شہادت پر ناموسِ رسالت پر
جی جان ہبہ کر کے ہر چیز فدا کر کے
ارشادِ نبوت سے فیضانِ محبت سے
تزئینِ عمل کر کے دامانِ عمل بھر کے
سرکارِ دو عالمؐ سے انداز محبت کے
سکھلائے ہمیں تم نے بتلائے ہمیں تم نے
اولاد فدا کر کے اپنے سے جدا کر کے
خلاقِ دو عالم کو خوش کرتے رہے تم تو
اور راضی ہوا تم سے خود ربّ عُلیٰ تم سے

(امّ عبد منیب)